تلاوتِ قرآن مجید میں

(فنِ نَبر)

کے اصولوں کی رعایت کی اہمیت

رتبہ العاجز

محمَّد طلحہ بلال احمَد مَنیار

بسْمِ اللّٰہ الرّحمٰن الرّحِیْم

تلاوتِ قرآن مجید میں (فن نبر) کے اصولوں کی رعایت کی اہمیت

الحمدُ لأھلہٖ ، والصَّلٰوۃُ علیٰ أھلھا ۔ وبعدُ:

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃاللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا : جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح اُٹھ کر روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ والد مرحوم (نور محمد) درود شریف اور وظائف سے فرصت پا کر آتے اور مجھے دیکھ کر گذر جاتے۔ ایک روز صبح کو میرے پاس سے گذرے تو مسکرا کر فرمایا کہ : کبھی فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتاؤں گا۔ میں نے دو چار دفعہ بتانے کا تقاضا کیا تو فرمایا کہ : جب امتحان دے لو گے تب۔ جب امتحان دے چکا اور لاہور سے مکان آیا تو والد صاحب نے فرمایا: جب پاس ہو جاؤ گے تب۔ جب پاس ہو گیا اور پوچھا تو فرمایا کہ : بتاؤں گا۔

ایک دن صبح کو جب حسبِ دستور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو وہ میرے پاس آ گئے اور فرمایا: " بیٹا! کہنا یہ تھا کہ : جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم ہی پر اُترا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے "۔

علامہ اقبال علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ : والدِ محترم کا یہ فقرہ میرے دل میں اُتر گیا اور اس کی لذت دل میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اپنے مشفق باپ کی فاضلانہ اور حکیمانہ بات کو اپنے ایک شعر میں بڑی خوبصورتی سے موزوں کیا ہے :

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب ۞ گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

زیر نظر مضمون کے تحریر کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ : ہم قرآن پاک ایسے طرز سے پڑھیں گویا کہ خدا ہم سے مخاطب ہے، ہماری تلاوت کا انداز ایسا ہو جس سے قرآن کریم کے مطالب و معانی واضح ہوتے چلے جائیں، اور یہ اسی وقت ممکن جب ہم قرآن کریم کو (لسان عربی مبین) سمجھتے ہوئے اس کے الفاظ اور اسالیبِ کلام کو ادا کریں، اس طور پر کہ :

◊ الفاظ کو اہل عرب کے انداز تکلم کے مطابق ادا کریں، جس کے اکثر وبیشتر اصول (حروف کے سنوارنے کے حوالے سے): "فن تجوید" کے مباحث میں آ گئے، لیکن الفاظ کے مختلف صیغوں میں لفظ کے رکنوں کے تلفظ کے اصولوں (یعنی قواعد نبر) کی رعایت بھی "بحیثیتِ عربی زبان ہونے کے" بہت اہم ہے۔

◊ اسی طرح اسالیب کلام کو بھی ان کے مناسب سُر میں پڑھیں، تاکہ تلاوت میں جان پڑے اور خود ہم پر اور سامع پر بھی اس کا اثر مترتب ہو۔ اسلوب کے بیان میں سُر و لہرا اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ذرا ملاحظہ فرمائیں تلاوت کے مراتب میں:

۱۔ الفاظ کو سنوارنا: تجوید کے قواعد کے مطابق (تلفظ)

۲۔ الفاظ کے رکنوں کی صحیح ادائیگی: نبر مقاطع کی رعایت سے (تلفظ)

۳۔ اسلوب کلام کی تبیین: نبر جمل میں مناسب لہرا اختیار کرنے سے (معانی)

۴۔ آواز کی تحسین: خوش الحانی کے ذریعہ (معانی)

تعجب ہوتا ہے کہ : لوگ نمبر (۱) اور (۳) کی اہمیت کو تو تلاوتِ قرآن میں سمجھتے ہیں، مگر نمبر (۲) اور (۴) کو نظر انداز کرتے ہیں، اور غیر اہم قرار دیتے ہیں، حالانکہ ان دونوں مراتب میں سے ایک کا گہرا تعلق

تلفظ سے ہے، اور دوسرے کا معانی سے، نیز ہر زبان میں ان کی رعایت بھی معروف ہے۔ عرب قراء و مجودین کے یہاں تو اس کا اہتمام نظر آیا، مگر ہمارے دیار میں شاید و باید۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾جب تبیین مطلوب ہے، تو جو امور ابانت میں معین و ممد ہوں، از قبیل تلفظ ہوں یا تبیین معانی کی قبیل سے، ان کو (اہل علم کی رہنمائی میں) اختیار کرنے کے لئے کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

الغرض ہمیں تلاوتِ قرآن مجید میں (نبر مقاطع اور نبر جمل) کی رعایت کے ذریعہ "کتاب خواں" کے انداز سے ترقی کرتے ہوئے "صاحب کتاب" کی طرح تلاوت کرنی چاہئے، تاکہ قرآن فہمی کی طرف ہماری توجہ مزید بڑھے، اور سامع پر بھی ہماری تلاوت کا اثر ہو، بس ان ہی دو غیر مانوس اصطلاحات (نبر مقاطع اور نبر جمل) پر اس مقالہ میں تفصیلی گفتگو کرنی ہے، لسانیات میں اگرچہ یہ دونوں اصطلاحات معروف ہیں، مگر پتہ نہیں افصح کلام (قرآن کریم) کی تلاوت میں ان کی رعایت کو کیوں ملحوظ نہیں رکھا جاتا ہے؟!

اردو میں اس سلسلہ میں ایک کتاب بنام (قرآن کریم کی بیسیک ریڈر/یا رہنمائے تلاوت) نظر سے گذری ہے، لیکن فی الحال تلاشنے پر مجھے ملی نہیں، ورنہ اس سے استفادہ کرتا۔

میں نے زیر نظر مقالہ کی تیاری میں متعدد مراجع و مآخذ سے استفادہ کیا ہے، اور ان سے اقتباسات لئے ہیں، لیکن ہر اقتباس کا حوالہ بروقت نہیں دیا ہے، تسلسل کلام کو باقی رکھنے کے لئے، البتہ مقالہ کے اخیر میں کتابیات کی فہرست دے دی ہے۔

میرا ماننا ہے کہ کوئی اگر اس مقالہ پر طائرانہ نظر بھی ڈال لے تو فائدہ سے خالی نہیں ہوگا، اور میں اپنے مقصد میں اپنے آپ کو کامیاب سمجھوں گا، کہ میری آواز وہاں تک پہنچ گئی، اتفاق واختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے (ولکل وجہۃ ہو مولیہا)۔

ایک ضروری تنبیہ: یہ مقالہ لہجات یا مقامات صوتیہ (خوش الحانی) کے متعلق نہیں ہے، وہ ایک الگ موضوع ہے۔

فلندخل الی صلب موضوعنا عن النبر ، بعون الله :

حُسن تلاوت کے بنیادی عناصر چھ ہیں:

۔ تین کا تعلق الفاظ کی ادائیگی (تلفظ) سے ہے۔

۔اور تین معانی کے (تدبر) سے متعلق ہیں۔

۞ تلفظ سے متعلق تین عناصر یہ ہیں:

ا۔ مخارج اور صفات ذاتیہ لازمہ کے اعتبار سے مفرد حروف کی صحت اور مضبوطی۔[علم تجوید]

۲۔ عارضی صفات جو حروف کی مجاورت اور الفاظ میں ان کے ترکیب اور جڑنے پر مترتب ہوتی ہیں، ان کی ادائیگی کی رعایت۔[علم تجوید]

۳۔ مفرد کلمات میں **نَبرِ مقاطِع** (لفظ کے رکنوں پر زور) کے اصولوں کی رعایت۔[علم صوتیات]

۞ تدبر معانی سے متعلق تین عناصر یہ ہیں:

ا۔ مناسب مواضع پر وقف، اور حُسنِ ابتدا۔[علم التفسیر]

۲۔ عربی لہجوں (مقامات صوتیہ) کے ذریعہ آواز کی تحسین وتزیین۔[علم صوتیات]

۳۔**نَبرِ جُمَل** یعنی مختلف اسالیبِ کلام کے مابین مناسب سُر یالہر یعنی (تغنی) کے ذریعہ اسلوب کلام کی تبیین وتمییز۔[علم صوتیات]

مذکورہ بالا عناصر کا جن علوم سے تعلق ہے ان کو بریکیٹ میں واضح کردیا ہے، یہاں پر مجھے "علم صوتیات" کے مباحث میں سے صرف "فن نبر" سے متعلق دو عناصر: (**نَبْرِ مقَاطِع**) اور (**نَبْرِ جُمَل**) پر تفصیلی روشنی ڈالنی ہے، اور یہی دو عنصر موضوع بحث ہیں، تاکہ ان کی اہمیت اجاگر ہو کر، اور ان کی رعایت کرنے سے اہل عرب کے انداز تکلم کے مشابہ ہو کر، ہماری تلاوت میں جان پڑے، اور فہم معانی اور تدبر میں بھی ان سے معاونت ملے۔

اصل مضمون پر بات کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ علم صوتیات کے حوالے سے مختصر سی تمہید ہو جائے، تاکہ اس کے ذریعہ اصل موضوعِ بحث (**نَبْر**) کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

❂ صوتی اکائیاں:

اللہ رب العزت نے انسان کو متعدد اعضائے نطق عطا فرمائے ہیں (حلق، زبان، تالو، دانت، ہونٹ، اور ناک کا بانسہ وغیرہ) جن کے ذریعہ انسان بہت سی آوازیں نکال سکتا ہے، ان آوازوں میں سے جو ممتاز ہوں اور دوسری آوازوں سے ملکر کوئی مفہوم و معنی پیدا کریں، صرف وہی آوازیں (زبان، لسان، لغت) کے دائرے میں آسکتی ہیں۔ اور چونکہ زبان کا دیگر انسانی اعضائے نطق کے مقابلہ میں آوازیں نکالنے میں کردار نمایاں ہے، اس لئے تکلمی آوازوں کی نسبت اسی کی طرف کرتے ہوئے نطق و کلام کو (زبان) کہتے ہیں، اور اسی عضو کو انسانی خیالات، احساسات، اور جذبات کے اظہار و ترسیل کا ذریعہ مانتے ہیں۔

انسان کی تکلمی آوازوں کے متعلق جو بھی بحث یا مطالعہ ہوتا ہے، اس کو (لسانیات) کہا جاتا ہے، اس کی ایک اہم شاخ کا عنوان (صوتیات) ہے۔

ماہرین صوتیات کے مطالعہ کے مطابق انسانی امتیازی آوازوں (اصوات) کی سب سے کم تر اِکائی یا سب سے سادہ جزو (حرف) نہیں ہے جس کو (مفرد صوت) سمجھا جاتا ہے، بلکہ آواز کی سب سے چھوٹی اِکائی (صوتیہ Phoneme) مانی جاتی ہے، جس کو عربی میں (**صُوَیت**) یا (**الوَحدَة الصَّوتية**) کہتے ہیں۔

صَوتیہ (صُویت Phoneme) : آواز کا وہ اقل ترین جزو (صوتی اِکائی) ہے جس کا مزید تجزیہ ممکن نہیں ہے، اور اس اقل ترین جزو کے فرق سے کلام میں فرق پیدا ہو سکتا ہے۔

✡ صوتیوں کی قسمیں:

کلام میں فرق پڑنے کے اعتبار سے (صوتیوں) کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں:

ا۔ قِطعاتی یا کسری صوتیے:

۔ عربی میں: (**الوَحدةُ الصوتية التركيبية**) کہتے ہیں

۔ انگریزی میں: [Segmental Phoneme] بولتے ہیں

کسری صوتیے دو طرح کے ہیں:

ا۔ مُصمتے، یا صوتِ مُصمَت:

۔ عربی میں: (الصوت الصامت،الحرف الصحیح) کہا جاتا ہے

۔ انگریزی میں: [Consonant] کہتے ہیں

مصمتوں کی ادائیگی میں سانس کو کسی نہ کسی مقام پر رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پھر سانس یا تو مکمل رک جاتی ہے یا اس کا راستہ تنگ ہو جاتا ہے، یہ کیفیت منہ کے جس حصہ میں ہوتی ہے اس کو مخرجِ حرف یا صوتِ مصمَت کے پیدا ہونے کی جگہ قرار دیا جاتا ہے۔ ہر زبان میں مصمتے زیادہ ہوتے ہیں۔

یعنی مختصراً (مصمتے) وہ آوازیں ہیں جن کو ہم حروفِ تہجی کی جزمی یا ساکن حالت کہہ سکتے ہیں، یعنی حروف مدہ (ا،و،ی) کو چھوڑ کر۔ علم صوتیات میں صوتِ مصمت کا رمز (ص) ہے یعنی صامت یا صوت ساکن۔

۲۔ مُصَوِّتے، یا صوتِ مصوّت:

۔عربی میں: (الصوت الصائت، حرف العِلة)

۔انگریزی میں: [Vowel] کہتے ہیں۔

عربی مصوِّتے (صوت صائت) چھ ہیں، تین قصیر ہیں جن کو (حرکات) [زبر، زیر، پیش] کہتے ہیں۔ اور تین طویل ہیں (حروف مدہ، حروف علت، لین) [ا،و،ی] جو دراصل حرکاتِ قصیرہ کی آوازوں کو طول دینے سے پیدا ہوتے ہیں۔

مصوتوں کی ادائیگی میں سانس کو کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے، بلکہ وہ آوازیں بغیر رکاوٹ کے ادا ہوتی ہیں، البتہ ان کی ادائیگی کے وقت زبان کا اگلا حصہ یا درمیانی یا پچھلا حصہ تالو کی طرف ضرور اٹھتا ہے، مگر زبان تالو سے ٹکراتی نہیں ہے ورنہ پھر وہ آواز "مصوتہ" کے بجائے "مصمتہ" کہلائی گی، اسی

طرح ہونٹوں کی حالت بھی مصوتوں کی وجہ سے بدلتی ہے۔اور مصوتے ہر زبان میں مصمتوں کے مقابلہ میں کم ہوتے ہیں۔

علم صوتیات میں صائتِ قصیر کا رمز (ح) ہے یعنی حرکت،اور صائتِ طویل کے لئے اسی رمز کو مکرر لکھا جاتا ہے (ح ح)۔ مثلا: (قالَ) کو رموز میں لکھیں گے : [ص/ح ح/ص/ح] گویا کہ اس لفظ میں چار کسری صوتیے ہیں: صامت [ق]،صائت طویل [الف مدہ] ،صامت [ل]،صائت قصیر [زبر کی حرکت]۔

ان کسری صوتیوں [صامت،صائت] کا ادنی سا فرق بھی،کلام میں فرق پیدا کر سکتا ہے،مثلا:

(سارَ) اور (صارَ) میں چار کسری صوتیے ہیں،جن کو عربی میں رموز کی شکل میں اس طرح لکھا جاتا ہے: [ص/ح/ح/ص/ح] ان دونوں لفظوں میں آخری تین صوتیے مشترک ویکساں ہیں،صرف پہلا صوتیہ (س/ص) کی شکل میں مختلف ہے، جس سے معنی میں فرق پڑ گیا،چنانچہ سار یسیر کا معنی : چلنا،قدم آگے بڑھانا ہے،اور صار یصیر کا معنی: ہو جانا،یا حالت کا بدلنا۔

ایک اور مثال:

(حَلْمٌ) ،(حِلْمٌ) اور (حُلْمٌ) تینوں عربی الفاظ کے تمام صوتیے یکساں ہیں [ص/ح/ص/ص] صرف دوسرا صوتیہ (مصوّتہ) جو حرکت (زبر،زیر،پیش) کی آواز ہے،اس میں فرق ہونے سے تینوں الفاظ کے معانی میں فرق ہو گیا:

(حَلْمٌ) زبر سے: پھٹا پرانا چمڑا

(حِلْمٌ) زیر سے: بردباری، تحمل

(حُلُمْ) پیش سے: خواب،مایراہ النائم

صوتیوں کی اس قسم کو (قِطعاتی صوتیے) اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی تقطیع کی جاسکتی ہے، وہ قابل کسر وتجزیہ ہوتے ہیں، یعنی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں ان کو منقسم کیا جاسکتا ہے۔

یہ کسری صوتیے ہر زبان میں حروف کی بنیاد وساخت ہوتے ہیں، اور حروف ملکر لفظ کے (رُکنوں) کی تشکیل دیتے ہیں، رکن اگر الگ سے لکھا بولا جاتا ہو، اور مستقل کسی معنی پر دلالت کرتا ہو، تو اس کو بذات خود (لفظ) قرار دیتے ہیں، اور اس کو (یک رکنی الفاظ) کہتے ہیں، پھر رکنوں کی تعداد میں اضافہ ہونے سے الفاظ کی مختلف قسمیں بنتی ہیں۔

گویا کہ صوتی اکائیاں تصاعدیًا یہ ہیں: ۱۔صویت، ۲۔حرف، ۳۔رکن، ۴۔لفظ، ۵۔جملہ یا کلام۔

اور (لفظ) ماہرین لسانیات کے نزدیک وہ: قلیل ترین لسانی اکائی ہے جو بامعنی طور پر تنہا بولی جاسکے۔

۲۔فوق قِطعاتی یا بالا کسری صوتیے:

صوتیات کی جو باتیں ابھی تک عرض کی گئیں، وہ سب ضروری تمہید تھیں، اصل بحث بالا کسری صوتیوں میں سے (نبر/زور) کی بات سے شروع ہوگی، جس کا تعلق لفظ کے (رکنوں) سے ہے۔

۞ رکن:

(رکن) اردو میں: لفظ کا وہ جزو ہے جس کی ساخت (مُصمّتوں اور مُصوّتوں) پر ہوتی ہے، اور رکن کا تعلق کلام میں فرق پیدا کرنے والے صوتیوں کی دوسری قسم (بالا کسری صوتیوں یا فوق قطعاتی صوتیوں) سے ہے، بعض حضرات بالا کسری صوتیوں کو (نقوش تلحین) سے بھی موسوم کرتے ہیں۔

رکن کا عربی اور انگریزی میں نام:

۔ عربی میں اس کو(**الوَحدةُ الصوتية فوق التركيبية**)اور

۔انگریزی میں[Suprasegmental Phoneme] بولتے ہیں۔

(بالاکسری صوتیوں)کی متعدد انواع ہے،ان میں سے دو نوع اس وقت موضوع بحث ہیں:

۱۔زور یعنی(**نَبْرِ مقَاطِع**)[stress]اور اس کا تعلق الفاظ کے رکنوں سے ہے

۲۔سُر یعنی(**نَبْرِ جمُل**)یا تنغیم[intonation] ۔اس کا تعلق جملوں سے ہے

جیسا کہ عرض کیا کہ ہر (لفظ)حقیقت میں اصوات (آوازوں کا مجموعہ)ہے ،اور صوت جس کو(حرف)کہتے ہیں،اس کی ساخت وبنیاد(صوتیوں:مصمتوں اور مصوتوں)پر ہے،مصمتوں اور مصوتوں کے نسج سے لفظ کا(رکن یا صوتِ رکن) بنتا ہے۔

صوتِ رُکن

مختلف لغات کے اعتبار سے صوتِ رُکن کے یہ نام ہیں:

اردو: رکن یا صوتِ رکن / عربی: **مقطع صوتي** / انگریزی: Syllable

رُکن یا صوتِ رکن (مقطع صوتی) بھی ایک صوتی اکائی ہے،جو مصمتوں ومصوتوں سے مرکب ہے، مگر رکن کی کوئی بھی شکل کم سے کم ایک مصوّتہ کے ممبر سے خالی نہیں ہو سکتی ہے،یعنی رکنوں کی تعداد کا انحصار

مصوتوں کی تعداد پر ہے،اگر صرف ایک مصوتہ ہوگا تو لفظ صوتی صورت کے اعتبار سے یک رکنی ہوگا،ایک سے زیادہ مصوتے ہوں گے توہر مصوتے کی نسبت سے رکنوں کی تعداد اتنی ہی ہو جائے گی۔

رکن(مقطع صوتی) کی تعریف ڈاکٹر ابراہیم انیس مصری نے یہ بیان کی:(حركةٌ قصيرةٌ أو طويلةٌ ، مُكتَنِفَةٌ بصوتٍ أو أكثَرَ من الأصواتِ الساكنةِ)یعنی مقطع :وہ مصوّتہ[یعنی حرکت قصیرہ،یا طویلہ]ہے جس کے شروع میں یاجانبین میں ایک یاایک سے زائد مصمتہ[حرف صحیح ساکن]ہو۔

۞ عربی میں مقاطع(رکنوں) کی تقسیمات:

پہلی تقسیم: مقطع کے اواخر کے اعتبار سے دوطرح کے ہیں:

مقطع مفتوح(open) : جو مصوّت یعنی حرکت یا حرف علت پر پورا ہو ، جیسے :ضَرَبَ کے تینوں حروف،صارَ کاپہلا جزو۔

مقطع مُغلَق(closed) :جو مصمَت یعنی ساکن حرف پر پورا ہو،جیسے :مَنْ،قَدْ،جِيْمْ(مفرد حرف کانام پہلی تختی میں)،حارّ(مشدد پر وقف کرتے ہوئے)۔

دوسری تقسیم: مصمتوں اور مصوتوں کی ترتیب کے اعتبار سے: ڈاکٹر ابراہیم انیس نے "الأصوات اللغوية"میں مقاطع پانچ بتائی ہیں،دو مفتوح کے،اور تین مغلق کے،اورڈاکٹر کمال بشر کے یہاں مقاطع چھ ہیں،انہوں نے مغلق کی چارانواع ذکر کی ہیں،دونوں کی وضاحت کے اعتبار سے مقاطع کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ مفتوح قصیر جیسے (ضَرَبَ) کے ہر حرف کو مقطع شمار کرتے ہیں،یعنی (صوت صامت +حرکہ قصیرہ)رموز میں [ص ح]۔یہ لفظ سہ صوتِ رکنی یا مقطعی ساخت کا ہے۔

۲۔ مفتوح طویل جیسے (صارَ) کا پہلا مقطع (صا) یعنی (صوت صامت +حرکہ طویلہ)، رموز میں [ص ح ح]۔یہ لفظ دو صوتِ رکنی یا مقطعی پر مشتمل ہے،دوسرا مقطع (رَ) قصیر ہے۔

۳۔ مُغلَق قصیر جیسے (أنْتَ) کا پہلا مقطع (أنْ) یعنی (صوت صامت +حرکہ قصیرہ +صوت صامت)،رموز میں [ص ح ص]۔یہ لفظ بھی دو صوتِ مقطعی پر مشتمل ہے،دوسرا مقطع (تَ) قصیر ہے۔اگر (أنْتُمْ) ہوتا تو دونوں مقطع (أنْ ،تُمْ) مغلق قصیر ہوتے۔

۴۔مُغلَق متوسط جیسے (نَسْتَعِيْنْ) پر وقف کی حالت میں تیسرا مقطع (عِيْنْ) یعنی (صوت صامت +حرکہ طویلہ +صوت صامت) رموز میں [ص ح ح ص]۔ڈاکٹر کمال بشر نے "علم الاصوات" میں (ضالّین) کا پہلا مقطع (ضالْ) بھی اسی قبیل سے بتایا ہے [ص ح ح ص]۔

یہ لفظ سہ مقطعی ہے پہلا (نَسْ) مغلق قصیر، دوسرا (تَ) مفتوح قصیر۔حرف جیم کا نام بھی (جِيْمْ) مغلق متوسط کی قبیل سے ہے۔

۵۔ مُغلَق طویل جیسے (والفَجْرْ) وقف کی حالت میں (فَجْرْ) کا مقطع یعنی (صوت صامت +حرکہ قصیرہ +صوت صامت +صوت صامت)،رموز میں [ص ح ص ص]۔

اسی قبیل سے مشدد پر وقف کی حالت میں وہ مقطع مغلق طویل ہوگا، جیسے (المُسْتَقَرّ) میں (قَرّْ) کا مقطع یعنی (صوت قاف+حرکت+را مشدد، جو دو راء کے برابر ہے)، رموز میں (ص ح ص ص) ۔شروع میں الف لام ترک کر کے یہ لفظ سہ صوتِ مقطعی کا حامل ہے۔

۶۔ مُغلَق أطول جیسے (حادّ) پر وقف کرتے ہوئے، یعنی: (صوت صامت+حرکہ طویلہ + صوت صامت + صوت صامت)، رموز میں [ص ح ح ص ص]۔اس کا اضافہ ڈاکٹر کمال بشر نے کیا ہے۔

تیسری تقسیم: ایک لفظ میں رکنوں کی تعداد کے اعتبار سے:

عربی ایک لفظ میں مقاطع کی تعداد ایک سے سات تک ہو سکتی ہے۔ویسے عموما چار پانچ سے شاذ ونادر ہی زائد ہوتی ہے۔قرآن کریم میں مقاطع کی تعداد کے اعتبار سے طویل ترین الفاظ دو ہیں :(فأَسْقَيْنَاكُمُوْهُ) چھ مقاطع والا وقفا، اور سات وصلا، اور (أَنُلْزِمُكُمُوْهَا) سات مقاطع پر مشتمل ہے۔

تشریح ملاحظہ فرمائیں:

[فَ / أَسْ / قَيْ / نَا / كُ / مُوْهْ] وقفا، اور وصلا آخری دو اس طرح ہوں گے [مُوْ / هُ]

[أَ / نُلْ / زِ / مُ / كُ / مُوْ / ها] سات مقاطع کا ہے۔

عام کلام میں سات مقاطع کی مثال: (اِسْتِقْبَالَاتُهُنَّ) ہے مثلا، اس کے مقاطع یہ ہیں:

[اِسْ / تِقْ / با / لا / تُ / هُنْ / نَ]

مقاطع (رکنوں) کے سمجھنے کے لئے مختصر اًمذکورہ باتیں کافی ہیں، بعد ازایں **نبر** کی بھی وضاحت ہو جائے۔

۞ نبر کا معنی اور قسمیں:

نَبْر :مقاطع کلام میں سے کسی مقطع کی آواز کے اُٹھانے کو، یا کسی جملہ کی ٹون(tone)بڑھانے کو بولتے ہیں۔ عربی میں اس کا اصل معنی بروز وظہور ہے ،اسی سے (منبر) کا لفظ آتا ہے ، جو بلندی اور نمایاں ہونے پر دلالت کرتا ہے۔تو نبر الکلمہ کا مطلب ہوا: کسی حرف کی آواز کا اُبھرنا، لیکن بعض حضرات اس کے لئے (ضَغْط)کالفظ بھی بولتے ہیں،جو زور دینے اور دبانے(Press)کے معنی میں ہے۔

ابراہیم انیس نے **نبر** کی تعریف "الأصوات اللغوية"میں یہ لکھی ہے: الضَّغط على مَقطع خاص من مَقاطع الكلمة لجعله بارزًا وأوضحَ في السمع من غيره من مَقاطع الكلمة.

مقرئ کبیر شیخ ایمن سوید **نبر** کی تعریف میں رقم طراز ہیں: النبر : هو الضَّغط على مَقطَع أو حرفٍ معيَّن ، بحيث يكون صوتُه أعلى بقليل مما جاوَرَه من الحروف .

نبر کواردو میں (زورلگانا، یا تاکید، یاصوتی امتیاز)سے موسوم کرتے ہیں ،اور انگریزی میں (Stress) بولتے ہیں۔

یہ زور لگانا(آواز کا اُبھارنا)اگر لفظ کے کسی رکن(مقطع)پر ہو تو وہ محل نبر ہوکر **نبر مَقْطَعِی** کہلاتاہے،اور رکن کے جس حرف پر ہو وہ(مرکز نبر)ہوتاہے۔اوراگراس صوتی امتیاز(ٹون بڑھانے)کا تعلق جملے سے ہو،تووہ **نَبْرِ جُمَلِی** کہلائے گا ۔

نبر کی پہلی قسم: **نبر مَقْطَعِی**

نبر مقطعی: وہ ایک صوتی امتیاز ہے جس کا تعلق لفظ کے رکنوں (مقاطع) سے ہے، اور اس کا (محل وموقع) لفظ کے رکنوں کی تعداد کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے، بسا اوقات **نبر** کے محل کے بدلنے سے معنی میں بھی فرق بھی پیدا ہو جاتا ہے، اور **نبر** تقریبا ہر زبان میں موجود ہے، نیز ماہرین لسانیات کے نزدیک ہر زبان میں اس کے مخصوص اصول بھی ہیں جن کے ذریعہ زبان دان اور اجنبی شخص کے تلفظ میں فرق ظاہر ہوتا ہے۔

نبر مقطعی کا شمار (فوق قِطعاتی صوتیوں) میں ہوتا ہے، کیونکہ اس کا اجزاء میں تقسیم کرنا ممکن نہیں ہوتا وہ نا قابل تجزی ہوتا ہے، بلکہ وہ ایک خصوصیت یا صوتی امتیاز ہے جو صوتیاتی اکائیوں (مصوتوں اور مصمتوں سے بنے ہوئے رکن) پر بصورت قوس (افقی طور پر) پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ تجوید وعلوم القرآن کے بعض باحثین (نبر مقطعی) کو (**التخليص**) کہتے ہیں، چنانچہ شیخ ابراہیم جرمی "معجم علوم القرآن" میں رقم طراز ہیں:

التخليص : هو تخليص مَقطَع من مَقاطعَ ، لئلا يلتبس لفظٌ بلفظٍ ومعنًى بمعنى.

أمثلة :

نبر آية : فَسَقى لَهُما [القصص: 24] لتكون من السَّقي لا من الفِسق.

نبر آية : فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ [الحديد: 16] لتكون من القَسوة لا من الفَقْس.

نبر آية: وَساءَ لَهُمْ [طه: 101] لتكون من السُّوء لا من الْمُسَاءلة.

نبر آية: وَإِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ [العنكبوت: 69] لتكون لَمَعَ حرفَ جر لا فعلا ماضيا لَمَعَ.

ويسمى التخليص كذلك : **النبر**. انتهى

نبر کا ہم معنی ایک دوسرا مصطلح (الدَّفع اللَّطیف) بھی عرب حضرات سے سننے میں آیا تھا، لیکن وہ فی الحال مستعمل نہیں ہے۔

۞ مقاطع کلام جاننے کے فوائد:

مقاطع (لفظ کے رکنوں) کے جاننے کے بہت سارے فوائد ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

ا۔ فائدہ: عدد مقاطع اور ہر مقطع کی نوع جاننے سے لفظ کا صیغہ صحیح طور پر معلوم ہوتا ہے، مثلا: [ضَرَبَنَا] ،[ضَرَبْنَا] ،[ضَرْبُنَا] تینوں ہم شکل الفاظ میں مقاطع کے اختلاف کی وجہ سے معنی میں اختلاف ہوگا۔

[ضَرَبَنَا] میں چار مقطع ہیں [ضَ / رَ / بَ / نا]، پہلے تین مفتوح قصیر، اور چوتھا مفتوح طویل ہے، معنی ہے: اس نے ہم کو مارا، یہاں پر (نا) ضمیر مفعولی حالتِ نصبی میں ہے۔

[ضَرَبْنَا] میں تین مقطع ہیں [ضَ/رَبْ/نا]، مفتوح قصیر، مغلق قصیر، مفتوح طویل، معنی ہے: ہم سب نے مارا، یہاں پر (نا) ضمیر فاعلی حالتِ رفعی میں ہے۔

[ضَرْبُنَا] اس میں بھی تین مقطع ہیں [ضَرْ/بُ/نا]، لیکن انواع یہ ہیں: مغلق قصیر، مفتوح قصیر، مفتوح طویل، معنی ہے: ہماری مار، یہاں پر (نا) مضاف الیہ حالتِ جری میں ہے، مصدر کی اس کی طرف اضافت ہونے کی وجہ سے۔

اگر کوئی [ضَرَبْنَا] میں صرف پہلے مقطع کو مفتوح طویل کردے، تو یہ ہوجائے گا (ضَارَبْنَا) اور یہ مارنے کے معنی سے مضاربت (جو تجارت کی ایک قسم ہے اس) میں منتقل ہوجائے گا۔

اسی طرح (حالُ) اور (حالٌّ) ہے ،دونوں یک رکنی ساخت کے الفاظ ہیں، لیکن پہلا مغلق متوسط [ص ح ح ص] ہے ،اور یہ حالت و کیفیت کے معنی میں ہے، اور دوسرا لفظ مغلق اطول [ص ح ح ص ص] ہے،اوراسم فاعل ہے حلول سے،یعنی وارد ہونے یاقیام پذیر ہونے کے معنی میں ہے۔

۲۔فائدہ: ہر لغت میں مقاطع کی ایک خاص ترتیب ہوتی ہے جس کو(نسیج)کہتے ہیں کے ،اس کے جاننے سے لفظوں کی بندشیں معلوم ہوتی ہیں ، اور تحریر میں غلطی نہیں ہوتی ہے۔مثلااردو اور عربی دونوں میں (مقطع مغلق متوسط،یاطویل)لفظ کے شروع میں نہیں آسکتا،اگرلفظ کے شروع میں نظر آئے تووہ لفظ یاتو یک رکنی ہوگا اور منفصل لکھا جائے گا، یا پھر وہ لفظ متعدد رکنوں والا ہوگا مگر مقطع کی نوع میں غلطی ہوگی، یا پھر وہ مقطع دو لفظوں میں ادغام کرنے سے پیدا ہوا ہوگا،اور املامیں دونوں الفاظ جدا ہوں گے، چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

پہلی مثال:(حالُ) اور(حالٌّ) کی قریب الذکر مثال،حالت وقف میں یہ دونوں یک رکنی ہیں۔

دوسری مثال:(فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ)میں لفظ(حَجٌّ) پر اگروقف کریں تو یہ (بَرّ)کی مانند یک رکنی ہوگا۔لیکن اگر جیم کی حرکت کے ساتھ وقف کریں (حَجَّ) تو دورکنی مانا جائے گا[حَجْ/جَ] مغلق قصیر+مفتوح قصیر،رموز میں[ص ح ص/ص ح]۔

تیسری مثال: ابو عمرو بصری کے راوی(سوسی) کی قراءت میں اگر یہ سنا:(فِيهْ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ) یعنی دونوں ھاء کے ادغام کے ساتھ،تواشکال ہوگا کہ لفظ کے شروع میں کیسے مقطع مغلق متوسط آگیا[فِيْهُ] جو رموز میں[ص ح ح ص] لکھا جاتاہے ؟ضرور یہ ایک لفظ نہیں ہوگا، بلکہ دو الفاظ ملانے سے یہ مقطع پیدا ہوا ہوگا،اس لئے املاو تحریر میں منفصل لکھا جائے گا(فِيهْ هُدًى) اور ملاکر لکھناغلط ہوگا(فِيْهُدًى)۔

البتہ لفظ کے اخیر میں مقطع مغلق متوسط یا طویل کا وارد ہونا طبعی ونارمل ہے۔

۳۔ فائدہ: ایک اہم فائدہ مقاطع کلام جاننے کا : **نبر** کے محل وموقع کا معلوم ہونا، کیونکہ مقاطع کی تعداد اور انواع کے اعتبار سے، نیز لفظ پر داخل ہونے والے سابقوں ولاحقوں کی وجہ سے، (محل نبر) بدلتا رہتاہے، جیساکہ آئندہ قواعد نبر میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔

۴۔ فائدہ: معانی واسالیب میں فرق کا ادراک، اور فرق معانی کے مطابق لفظ کا درست تلفظ، کیونکہ نبر کے محل وموقع کے بدلنے سے معنی میں فرق ہوگا، اوپر شیخ ابراہیم جرمی نے (التحلیص) کی جو مثالیں ذکر کی ہیں، انہی مثالوں کے ذریعہ فرق سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

مثال (1) نبر آية : فَسَقى لَهُما [القصص: 24] لتكون من السَّقي لا من الفِسق.

توضیح: (فسَقیٰ) میں نبر یعنی زور سین پر ہوگا، تاکہ فاء جدا ہوکر، فعل (سَقیٰ) واضح ہوجائے کہ یہ سَقْی یعنی پانی پلانے سے ہے، اگر فاء پر زور دیں تو وہ (فَسَقَا) سنائی دے گا فعل ماضی فسق سے تثنیہ کا صیغہ، یعنی دو آدمی نافرمان ہوئے۔

مثال (2) نبر آية : فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ [الحديد: 16] لتكون من القَسوة لا من الفَقْس.

توضیح: (فقست) میں بھی زور قاف پر ہوناچاہئے، تاکہ (قست) جدا ہوجائے فاء زائدہ کی آواز سے، اور قسوت کا معنی دے، اگرفاء پر نبر ہو تو اندیشہ ہے کہ وہ (فقس) سمجھ میں آئے بمعنی انڈے توڑنا۔

مثال (3) نبر آية: وَساءَ لَهُمْ [طه: 101] لتكون من السُّوء لا من المُساءلة.

توضیح: (ساء) فعل ماضی ہے سوء بمعنی قباحت وبرائی کے، اور (لهم) اس کا متعلق ہے، یہ مساءلت یعنی (ساءل یُسائل) کے باب مفاعلت سے سوال کرنے کے معنی میں نہیں ہے۔

۞ قدماء کے یہاں نبر کے متعلق اشارے:

سوال : نبر کے بارے میں ،اور خصوصا تلاوت قرآن کریم کے حوالے سے توہم یہ باتیں پہلی بار سن رہے ہیں، کہیں ان کاتذکرہ نہیں ہے (ما سمعنا بھذا) اگر وجود ہوتاتو تجوید کی کتابیں ان کے تذکرہ کے لئے سب سے موزوں مقام تھیں ،وہاں پر کہیں نہ کہیں نبر کا ادنی سا اشارہ ضرور ہوتا، تو کہیں یہ امرِ محدَث (مبتدع) تو نہیں ہے؟

مختصراجواباعرض ہے کہ : عدم العلم دلیل العدم نہیں ہے۔

تفصیلاعرض ہے کہ : تجوید کی کتابوں میں لفظ (نبر) وارد توہے، لیکن دوسرے معنی میں ہے، مگر نبر کی حقیقت موجود ہے اگرچہ اس نام سے نہیں ہے، نیز کتبِ تفسیر میں چند اشارے بھی موجود ہیں جو اس کے وجودِ قدیم پر دال ہیں۔ تو یہ تین باتیں ہو گئیں جن کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

پہلی بات: وجود اللفظ

علوم قرآن کی کتابوں میں لفظ (نبر) وارد ہے، لیکن یہ (ہمزہ) کی ادائیگی کے بارے میں مستعمل ہے ،رسم القرآن کی مشہور نظم (مورد الظمآن) میں ہے:

وكلَّ مــا وجدتَــه من نَبْرِ ... مِن غير صُورةٍ فضَعْ في السَّطرِ

اس کی تشریح میں صاحب (دلیل الحیران) رقم طراز ہیں:

ذكر في هذا البيت محلَّ وضع (الهمز) الذي لا صورةَ له في المصحف، فأمر بأن يوضَع في السطر كلُّ ما وُجِد من (نبرٍ) لا صورةَ له أي لم يصوَّر في المصحف العثماني بالألف ولا بالواو ولا بالياء، و(النَّبرُ) عند سيبويهِ والجمهورِ مرادفٌ لـ(الهمز) محقَّقا كان أو مخفَّفا ، وهو الذي عند الناظم ، وقال الخليل: النَّبر خاصّ بالهمز المخفَّف .

تفسیر قرطبی کے مقدمہ میں ہے:

ثُمَّ إِنَّ فِي التَّرْجِيعِ وَالتَّطْرِيبِ هَمْزُ مَا لَيْسَ بِمَهْمُوزٍ ، وَمَدُّ مَا ليس بممدودٍ ، فترجيع الألف الواحدة ألفاتٍ ، والواوِ الواحدة واواتٍ ، فَيُؤَدِّي ذَلِكَ إِلَى زِيَادَةٍ فِي الْقُرْآنِ وَذَلِكَ مَمْنُوعٌ ، وَإِنْ وَافَقَ ذَلِكَ مَوْضِعَ نَبْرٍ وَهَمْزٍ صَيَّرُوهَا نَبَرَاتٍ وَهَمَزَاتٍ، وَالنَّبْرَةُ حَيْثُمَا وَقَعَتْ مِنَ الْحُرُوفِ فَإِنَّمَا هِيَ هَمْزَةٌ وَاحِدَةٌ لا غير، إِمَّا مَمْدُودَةٌ وَإِمَّا مَقْصُورَةٌ.

دوسری بات: وجودالحقیقہ

تجوید میں **نبر** کی حقیقت موجود ہے اگرچہ اس نام سے نہیں ہے، کتاب(فتح رب البرية شرح المقدمة الجزرية في علم التجويد ص123) میں ہے:

النبر لغة: هو شدة الصياح، رفعُ الصوت، الهمز . وَنبَرْتُ الكلمةَ : جعلتَ لها همزةً.

واصطلاحاً : هو ضغط زائد على الحرف.

حالات (النبر) في القرآن الكريم خمسة :

1- عند الوقف على المشدد نحو: مُسْتَقِـرٌّ، أَضَـلُّ، مِنَ الْمَـسِّ.

وعلة النبر في هذه الحالة: إشعار السامع أن الحرف المشدد عبارة عن حرفين.

2- عند الوقف على الهمزة المسبوقة بحرف مدٍّ أو لين، مثل: السَّمَآءِ، وَجِيءَ، السُّوءُ، شَيْءٍ، السَّوْءِ.

وعلة النبر في هذه الحالة: الحرص على عدم تضييع الهمزة بعد انشغال الفم بإخراج حرف المد.

3- عند النطق بألفٍ بعدها حرف مشدّد ، مثل: الضَّآلِّينَ، والَصَّآفَّاتِ، حَآدَّ.

وعلة النبر في هذه الحالة: الحرص على عدم ضياع الحرف المشدد بعد انشغال الفم بإخراج حرف المد، وحتى يُعطَى الحرفُ المشدد حقَّه من النبر، وحتى يَشعر السامعُ أن الحرف الذي بعد حرف المد هو عبارة عن حرفين، ويؤتَى بالنبر حال الوصل والوقف.

= ملحوظة: حروف القلقة إذا كان قبلها حرف مد لازم يجب النبر في الوقف والوصل مثل : الدَّوَآبِّ، يُشَآقِّ، حَآدَّ.

4- عند سقوط ألف التثنية للتخلُّص من التقاء الساكنين إذا التبَس بالمفرَد، نحو: ذَاقَا الشَّجَرَةَ، وَاسْتَبَقَا الْبَابَ، وَقَالاَ الْحَمْدُ لله، لأنه إذا لم يؤتَ بالنّبرِ في هذه الحالة ظنّ السّامع أنها مفردةٌ - أي ليست مُثَنّاةً - فتصير كأنها: (ذَاقَ الشَّجَرَةَ) ، (واسْتَبَقَ الْبَابَ) ، (وَقَالَ الْحَمْدُ لله) ، وهذه هي علّة النّبر هنا.

ويؤتى بالنبر حال الوصل فقط قبل ألف الاثنين ليشعر السامع بألف الاثنين التي سَقَطت منعاً لالتقاء الساكنين.

5- عند النطق بالواو والياء المشددتين، مثل: تَوَّاباً، نَبِيًّا، عَصَواْ وَّقَالُواْ، عَدُوٌّ، النَّبِيُّ.

ويؤتى بالنبر حال الوصل والوقف.

علة النبر: الحرص على عدم التباس الواو أو الياء المشددتين بالواو أو الياء المديتين أو اللينيتين.

ملاحظہ فرمائیں کہ (نبر) کی حقیقت: تشدید، ہمز، قلقلہ، حروف مد وغیرہ کی ادائیگی میں موجود ہے، اگرچہ عنوانات الگ الگ ہیں، مگر ان امور سے مدعیٰ ثابت ہو گیا۔

تیسری بات: متقدمین کی کتابوں میں (نبر) کے اشارے:

ا۔اشارہ: سورۂ یوسف آیت (٦٦) میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَلَمَّآ آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ﴾

قال الأشمُوني في "منار الهُدى في بيان الوقف والابتدا":

قال السَّجَاوَندي: وقف بعضهم بين «قال»، وبين «الله» في قوله: «قال الله» وقفة لطيفة؛ لأنَّ المعنى: [قال يعقوبُ : اللهُ على ما نقول وكيلٌ]، غير أن السكتة تَفصِل بين القول والمـَقول، فالأحسن أن يفرِّق بينهما بقوة الصوت إشارةً إلى أنَّ «الله» مبتدأ بعد القول، وليس فاعلًا بـ «قال»، كما تقدَّم في الأنعام [128] في : {قَالَ النَّارُ} إذ الوقف لا يكون إلَّا لمعنى مقصودٍ ، وإلَّا كان لا معنى له ؛ لشدَّة التعلُّق، وكان النصُّ عليه مع ذلك كالعَدَم ، وكان الأولى وصلَه، ويمكن أن يقال: إن له معنًى، وهو كونُ الجملة بعد «قالَ» ليست من مَقُول الله، وليس لفظُ الجلالة فاعلًا به، بل الفاعلُ ضميرُ «يعقوب»، و «الله» مبتدأ، و «وكيل» الخبر، والجملة في محل نصبٍ مقول قول «يعقوب».

اور تفسیر نسفی میں لکھاہے:

{فلما آتوه مَوْثِقَهُمْ } قيل : حلفوا بالله ربِّ محمد عليه السلام {قَالَ} بعضُهم يسكتُ عليه لأن المعنى قال يعقوبُ : {اللهُ على مَا نَقُولُ} مِن طلب المَـوثِق وإعطائه {وَكِيلٌ} رقيبٌ مطَّلعٌ ، غير أن السكتةَ تفصل بين القول والمقول وذا لا يجوز ، فالأولى أن يفرَّق بينهما بالصوت فيقصدُ بقوَّة النغمة اسمَ (الله) .

قوۃ الصوت یا قوۃ النغمۃ سے تفریق کرنا، یہی نبر کہلاتا ہے، یہاں پر سجاوندی نے سورہ یوسف کی آیت [66]اور سورہ انعام کی آیت [128] میں نبر کے ذریعہ تبیین کرنا بہتر لکھا ہے،اسی پر قیاس کرتے ہوئے سورہ شمس کی آیت [13] :﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيَاهَا﴾ میں بھی لفظ (ناقۃ) پر زور دیکر پڑھنا چاہئے،تاکہ ظاہر ہو جائے کہ یہ مقول القول ہے۔

۲۔اشارہ: سورہ مطففین کی آیت (كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ) کے بارے میں تفسیر رازی میں ہے:

يُرْوَى عَنْ عِيسَى بْنِ عُمَرَ، وَحَمْزَةَ : أَنَّهُمَا كَانَا يَجْعَلَانِ الضَّمِيرَيْنِ تَوْكِيدًا لِمَا فِي (كَالُوا) وَيَقِفَانِ عِنْدَ الْوَاوَيْنِ وُقَيْفَةً يُبَيِّنَانِ بِهَا مَا أَرَادَا، وَزَعَمَ الْفَرَّاءُ وَالزَّجَّاجُ أَنَّهُ غَيْرُ جَائِزٍ.

توضیح: یعنی یہ دونوں قراء ان دونوں الفاظ کے (ھُم) پر زور دے کر پڑھتے تھے تاکہ ضمیر فاعلی (واو) کی تاکید کا معنی سمجھ میں آئے،اسی کو وُقَیفَہ سے تعبیر کیا، دراصل وقیفہ نہیں ہے بلکہ یہ بھی ایک فوق قِطعاتی صوتیہ ہے، جس کو وقفہ یا فصل کہتے ہیں،اور وہ در حقیقت نبر کی ادائیگی کے لئے بطور تمہید خفض صوت ہے جو آنی ہوتا ہے، پھر مابعد والے پر زور دیا جاتا ہے۔ بہر حال (کالُو) میں اگر نبر یا زور (لُو) کے لام پر ہو، تو (ھُم) ضمیر اس سے مربوط ہو کر مفعولیت کا معنی دے گا، جو مفسرین کے یہاں راجح ہے۔

وقفہ یا فصل کی اہمیت کی مثال "معجم علم الاصوات" میں یہ دی ہے کہ: لفظ (کَلَّـمَتْنِی) کو بغیر وقفہ کے اگر بولا جائے تو مراد ہو گا: اس عورت نے مجھ سے بات کی، اور اگر (کَلَّ) کے لام پر ادنی وقفہ کیا جائے تو وہ مابعد سے جدا ہو کر الگ لفظ بن جائے گا، اور مطلب بنے گا (کَلَّ مَتْنِيْ): میری پیٹھ دکھ گئی، مجھے تکان محسوس ہو رہی ہے۔ (متنی) کی میم پر زور (یعنی نبر کی کیفیت) وقفہ کے بعد خود بخود ہو گی۔

۳۔اشارہ: قرآن کریم میں بہت سی آیات میں لفظ (ما) وارد ہوا ہے، مفسرین کے یہاں لفظ (ما) کی قسم متعین کرنا آیت کی تفسیر میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، بلکہ متقدمین کی (ماءات القرآن) کے عنوان پر متعدد مستقل کتابیں بھی ہیں، شیخ ابو یوسف کفراوی مصری نے تقریبا تیرہ کتابیں (ماءات القرآن) کے عنوان سے متقدمین کی دریافت کی ہیں۔

ماءات کی تین مشہور انواع ہیں: [نافیہ، تعجبیہ، استفہامیہ] ان میں آواز کے اتار چڑھاؤ کے ذریعہ صوتی فرق کرنے کی بات (ماءات) کی کتابوں میں وارد ہے، اور یہی نبر (زور دینے) کی کیفیت ہے۔

امام ابراہیم جعبری متوفی (۷۳۲ھ) نے منظومہ (عقود الجمان فی تجوید القرآن) میں ایک باب باندھا جس کا عنوان ہے (باب حَصْرِ الماءاتِ وضَبط لفظها) تعجب کی بات ہے کہ یہ بحث منجملہ ان مباحث کے ہے جو متاخرین کی تجوید پر مرتب کتابوں میں سے غائب ہو گئیں، اس طرح سے وہ مباحث اجنبی بھی ہو گئیں اور ان کو تجوید و ادائیگی سے بھی خارج گردانا گیا، فیاللاسف۔

امام جعبری نے مذکورہ باب میں (ماءات) کی انواع بیان کرنے کے بعد [نافیہ، تعجبیہ، استفہامیہ] میں رفع صوت کی بابت فرمایا:

... فــارفعنَّ الصـــوتَ في نَفْـي الـثلاثِ . وقـد أتَـى وَسَـطانِ
ما للتعجُّـبِ ثـم لاسْـتِفهامِ . وَالْــ ـبَاقي : عـلى سَـنَنِ الـتلاوةِ عـانِ
هذا مِنِ اعْرابِ القُـرَانِ ، فـلا تَـرُمْ سَـنَدًا ورَفْـعَ الصــوتِ للفُرقـانِ

فرماتے ہیں کہ: (ما) کی ادائیگی میں آواز کے رفع و خفض کے اعتبار سے تین درجے (level) ہیں:

اعلی درجہ: (مانافیہ) کے لئے، ظاہر ہے کہ رفع صوت (ما) پر بلازور دیئے متحقق نہیں ہوگا۔

اوسط درجہ: (ماتعجبیہ اوراستفہامیہ) کے لئے

ادنی یاعادی درجہ: بقیہ انواع (ما) کی ادائیگی میں جیسے: موصولہ یازائدہ یامصدریہ ہو۔

پھر فرمایا کہ: یہ صوتی امتیاز و تفریق معانی قرآن کی تبیین وتوضیح (اعراب القرآن) کے لئے ہے، پس مجھ سے رفع صوت پر دلیل (سند) طلب نہ کر۔ یہاں پر (ورَفْعَ) میں واو: واومعیت ہے۔

اگر (ما) کی ادائیگی میں مذکورہ درجات الصوت کی رعایت نہ کی جائے، تو ممکن ہے کہ بعض آیات میں معنی بدل جائے، اور خلاف مقصود ہو جائے۔

مثلا: سورۂ اعراف میں ارشاد باری ہے: ﴿فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ﴾ [51] -اس آیت میں (مَا) دونوں جگہ مصدریہ ہے، جس کی تقدیر (كنَسْيِهِم وجَحدِهِم) ہے۔ مطلب ہے کہ: قیامت کے دن اللہ تعالی ان کو بھلائے رکھے گا ان کے دو جرموں کی سزا میں: ایک تو بسبب دنیا میں ان کے قیامت کے دن کا انکار کرتے ہوئے اس کو بھلائے رکھنا، اور دوسرا جرم اللہ کی آیات کو جھٹلانا۔

لہذا: (وما کانوا) میں واو عاطفہ ہے، اور (ما) مصدریہ، اس لئے مصدری معنی ملحوظ رکھتے ہوئے اس کو ہلکی آواز میں ما قبل کے جملے پر عطف کرنے کے انداز میں پڑھنا چاہیئے۔ اگر (ما) پر زور دیا تو (مامنفیہ) کی طرح ہو کر نفی کا معنی پیدا ہوگا، اور مطلب ہو جائے گا: اور وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے نہیں تھے، ظاہر ہے کہ یہ خلافِ مقصود بلکہ عکس مقصود ہے۔

۳۔ اشارہ: اسی آٹھویں صدی میں ایک اور امام قراءات و تجوید گذرے ہیں، وہ ہیں امام محمد بن محمود سمرقندی بغدادی (متوفی ۷۸۰ھ)، وہ اپنی نظم (العقد الفرید) میں فرماتے ہیں:

إذَا (مـا) لنَفـيٍ أو لـجَحدٍ فصوتَها ارْ	فَعَـنْ ، ولِلاسـتفهامِ مَكِّـنَنْ وعَـدِّلَا
وفي غيرِ اخْفِضْ صَوتَها. والـذي بـ«مـا»	شـبيهٌ بمعنـاهُ فقِسْـهُ لتَفضُـلا
كـ«همزة الاستفهام» مَعْ «مَنْ» و«أنْ» و«إنْ»	وَ«أفعـلَ تفضـيلٍ» و«كيـفَ» و«هَـل» و«لَا»

۴۔ اشارہ: المحیط البرھانی میں باب زلۃ القاری میں ہے:

إذا وصل حرفاً من كلمة بكلمة أخرى بأن قرأ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ ووصل كاف إياك بنون نعبد[كنعبد]، أو قرأ ﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ ووصل كاف إنا أعطيناك بألف الكوثر[كالكوثر]، أو ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ﴾ ووصل الباء بالعين [بعليهم]أو ما أشبه ذلك، فعلى قول بعض العلماء : تفسد صلاته، وعلى قول العامة :لا تفسد صلاته .

یہ مسئلہ دراصل نسفی کے رسالہ (زلۃ القاریؔ) سے ماخوذ ہے، یہاں پر غلطی موضع نبر کے بدلنے اور ادنی ساوقیفہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اگر (ایاک) میں کاف کے بجائے (یا) پر نبر ہو تو یہ کیفیت پیدا نہ ہو، اسی طرح (اعطیناک) میں (نا) پر زور ہو، اور (المغضوب) میں (ضو) کے مقطع پر، تینوں مثالوں میں غلطی کی اصل وجہ میں اگر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ (نبر) کا عام قاعدہ یہاں پر منطبق ہونا چاہئے، یعنی (نبر عموماً لفظ کے مقاطع میں ماقبل اخیر مقطع پر ہوتا ہے)، مذکورہ کلمات کے مقاطع ملاحظہ فرمائیں:

﴿إِيَّاكَ﴾ : إِيْ / يا / كَ [ص ح ص/ ص ح ح/ ص ح]

﴿أَعْطَيْنٰكَ﴾ : أَعْ / طَيْ / نا / كَ [ص ح ص / ص ح ص / ص ح ح / ص ح ح / ص ح]

﴿الْمَغْضُوبِ﴾ : مَغْ / ضُو / بِ [ص ح ص / ص ح ح / ص ح]

"فتاوی هنديه" میں اس مقام پر ایک اور مثال بھی ہے :(أَوْ "سَمِعَ اللهُ لِـمَنْ حَمِدَهُ" وَوَصَلَ الْهَاءَ مِنْ الله بِاللَّامِ [هُلِمَنْ] فَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَفْسُدُ وَلَوْ تَعَمَّدَ ذَلِكَ. هَكَذَا فِي "الْخُلَاصَةِ") .

قواعد نبر (المیزان النبری):

عربی میں قواعد نبر کی تدوین معاصرین ماہرین لسانیات اور علماء تجوید کے ذریعہ ہوئی۔اس کی تدوین میں تقریبا دو نہج اختیار کئے گئے:

پہلا نہج: (تقعیدی) یعنی نبر کے قواعد وضوابط وضع کرنا، اس میں لفظ کے مقاطع (رکنوں) کی تعداد ونوعیت کو مد نظر رکھتے ہوئے، نبر کا موقع و محل مقرر کر کے اس کے اصول وضع کرنا۔

یہ نہج ماہرین لسانیات وصوتیات اور علماء لغت نے اختیار کیا ہے، خصوصا مصری علماء لغت کی ابحاث وتحقیقات وتصنیفات اس سلسلہ میں کافی نمایاں ہیں۔

دوسرا نہج: (اصلاحی) یعنی نبر کے اصولوں میں جہاں تلاوت کرنے والوں سے خلل واقع ہوتا ہے، ان کی نشان دہی کرتے ہوئے درست تلفظ کی تلقین۔یہ نہج مشائخ قراءات اور علمائے تجوید نے اختیار کیا ہے۔

پہلا نہج (تقعیدی) :

پہلے نہج کے مطابق میری معلومات کی حد تک (نبر) کے قواعد وضوابط مدون کرنے کے تین طریقے ہیں:

ا۔پہلا طریقہ (مختصر): اس میں صرف (اسماءوافعال متصرفہ) کو شامل کیا جاتا ہے، حروف یا بقیہ عوامل نحویہ کو شامل نہیں کیا جاتاہے۔ نیز اس میں لفظ کو اس کے سوابق ولواحق سے مجرد کرکے دیکھا جاتا ہے، پھر اس مجرد صیغہ کے مقاطع میں موقع ومحل نبر متعین کیاجاتاہے۔

چونکہ عربی میں انواع واشکال مقاطع صرف چھ ہیں دو مفتوح کے اور چار مغلق کے، جیساکہ گذشتہ مفصلا عرض کیاگیاہے:

ا۔ مفتوح قصیر (بَ): یعنی (صوتِ صامت +حرکہ قصیرہ) [ص ح]۔

۲۔ مفتوح طویل (بَا): یعنی (صوتِ صامت+حرکہ طویلہ) [ص ح ح]۔

۳۔ مُغلَق قصیر (اَبْ): یعنی (صوت صامت+حرکہ قصیرہ+صوت صامت) [ص ح ص]۔

۴۔ مُغلَق متوسط (صاَدْ): یعنی (صوت صامت+حرکہ طویلہ+صوت صامت) [ص ح ح ص]۔

۵۔ مُغلَق طویل (بَرّ): یعنی (صوت صامت+حرکہ قصیرہ+صوت صامت ۱ +صوت صامت ۲) [ص ح ص ص]۔

۶۔ مُغلق اطول (حادّ): یعنی (صوت صامت + حرکہ طویلہ + صوت صامت + اصوت صامت ۲)

لہذا قواعد نبر انہی چھ انواع مقاطع سے متعلق ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ مقاطع کی ترتیب کا اعتبار: لفظ کے اخیر سے اول کی طرف یعنی معکوسی طور پر کیا جاتا ہے۔

اس مختصر طریقہ کی ترجمانی کرنے والوں میں مشہور مصری عالم لغت ڈاکٹر ابراہیم انیس مصنفِ کتاب (الاصوات اللغویہ) ہیں، انہوں نے مواضع نبر صرف چار بیان کئے ہیں، فرماتے ہیں:

لمعرفة موضع النبر في الكلمة العربية :

1 – [النبر على المقطع الأخير] نبدأ أولا بالنظر إلى المقطع الأخير ، فإذا وجدناه من النوع الرابع أو الخامس ، فهو إذنْ المقطعُ الذي يَحملُ النبرَ ، ولا يكون هذا إلا في حالة الوقف ، أي يكون عبارةً عن :

صوت ساكن + صوت لين طويل + صوت ساكن

أو

صوت ساكن + صوت لين قصير + صوتان ساكنان

ففي الوقف على «نستعين» في قوله تعالى ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ أو على (المُستَقَرّ) في قوله تعالى ﴿إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ﴾ نجد النبر على المقطعين «عِيْنْ» «قَرّ».

2- [النبر على المقطع قبل الأخير] أما إذا وجدنا الكلمةَ لا تنتهي بهذَين النوعَين من المقاطع ، فإن النبر يكون على المقطع الذي قبلَ الأخير إن كان من النوع الثاني أو الثالث .

3- [النبر على المقطع الثالث من الأخير] أما إذا كان المقطع الذي قبل الأخير من النوع الأول [مفتوح قصير] نظرنا إلى ما قبله ، فإن كان مثلَه أي من النوع الأول ، كان النبرُ على هذا المقطع يعني الثالثَ حين نعُدُّ من آخر الكلمة .

4- [النبر على المقطع الرابع من الأخير] ولا يكون النبر على المقطع الرابع من الآخِر إلا في حالة واحدة وهي: أن تكون المقاطع الثلاثة التي قبل الأخير من النوع الأول ، وهو نادر ، مثل : بَلَحَةٌ ، عَرَبَةٌ ، حَرَكَةٌ .

خلاصہ: محل نبر اکثر وبیشتر کلمہ کے مقاطع میں سے مقطع ما قبل الاخیر پر ہوتا ہے، یعنی آخر سے شمار کرنے کے اعتبار سے مقطع ثانی پر۔

مقطع ثانی سے دوسرے کسی مقطع کی طرف نبر کی منتقلی تین صورتوں میں ہوتی ہے :

(ا) جب کلمہ کا آخری مقطع چوتھی یا پانچویں شکل کا ہو، تو نبر اسی پر ہوگا۔ جیسے: (نستعین، المستقر) پر وقف کی حالت میں۔

(۲) جب ما قبل اخیر کے لگاتار دو مقطع،یعنی آخر سے ثانی وثالث دونوں ہی پہلی شکل کے ہوں، تو نبر ایک قدم اور مؤخر ہوگا،یعنی اخیر سے شمار کرنے کے اعتبار سے مقطع ثالث پر ہوگا۔

(۳) اگر آخر الذکر حالت کے کلمہ میں پہلی شکل والے مزید ایک مقطع کا اضافہ ہو جائے،اس طور پر کہ ما قبل الاخیر کے لگاتار تین مقطع مماثل ہوں یعنی تینوں (مفتوح قصیر)ہوں، تو نبر ایک قدم اور کلمہ کے شروع کی جانب منتقل ہوکر کلمہ کے اخیر سے شمار کرنے کے اعتبار سے مقطع رابع پر ہوگا۔

۲۔دوسرا طریقہ (متوسط) : اس میں اسماء وافعال کے ساتھ دیگر انواع کلمات کے بھی نبری اصول وحالات بیان کئے جاتے ہیں۔

اس طریقہ کی ترجمانی کرنے والوں میں ڈاکٹر کمال بشر ہیں ، انہوں نے اپنی کتاب «علم الأصوات» میں مقاطع کی تعداد چھ شمار کرائی ہے،اور محل نبر کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

النبرُ في كلمات اللغة العربية ثابتٌ ، يخضع لقوانينَ منضبطةٍ محددةٍ بحسب بِنية الكلمة ومكوِّناتها ، ولا ينتقلُ من مكان إلى آخرَ إلا بالطريق الخطأ أو التجاوُز في النطق تأثـرًا بلُـكنة خاصة أو مَحَلِّية .

ومن المعروف أن كلَّ جملة أو عبارة تحتوي عادةً على مجموعة من الكلمات ذات الأهمية النِّسبية ، وقد وُجِد بالنظر الدقيق أنها تنتمي إلى الأجناس الصَّرفية الآتية : (1) الأسماء (2) الصفات (3) أسماء الإشارة وأدوات الاستفهام (4) المكمِّلات كالحال والتمييز والظروف (5) الأفعال الرئيسية ...الخ

پھر مثالوں سے مذکورہ اجناس میں مواقع نبر کی وضاحتیں پیش کیں۔

۳۔ تیسرا طریقہ :(مفصل)جس کے مطابق مصری عالم لغت ڈاکٹر ولید بن مقبل الدیب نے (المیزان النبری)کے عنوان سے مکمل اپنا ایک مطالعہ محاضرات کی شکل میں پیش کیا ہے،نیز انہوں نے (نبر اکیڈمی)کے پلیٹ فارم سے کئی تدریبی دورات بھی علم نبر سے روشناس کروانے کے لئے منعقد کئے،اور مسلسل کئی سالوں میں قواعد کو منقح کر کے ان کی آخری شکل سال رواں ۱۴۴۰ھ۔۲۰۱۹ء میں (پانچویں دورۂ تدریبیہ)میں پیش کی۔

ڈاکٹر ولید مقبل الدیب کے طریقہ کا مختصر تعارف:

اس مفصل طریقہ میں نبر کے قواعد کی تدوین مندرجہ ذیل مراحل سے گذرتی ہے:

۱۔ عربی کلمات کو ان کے تمام سوابق ولواحق (لواصق)کے ساتھ لیتے ہوئے،ان کے چند مجموعے حرکات وسکنات کے اعتبار سے مرتب کئے جاتے ہیں۔

۲۔ ہر مجموعہ کا ایک وزن یا سانچہ (قالَب)علم صرف کی مانند (تفعیلات کے صیغوں) کی شکل میں مقرر کیا جاتا ہے،ولید الدیب نے (المیزان النبری)کے لئے پانچ قوالب مقرر کئے ہیں(فَعِل، فَعْلُنْ، فَعِلُنْ، مُفَعِلُنْ، مُتَفَعِلُنْ)،تاکہ تمام کلمات قرآنیہ میں ان پانچ سانچوں کی شبیہ تلاشی جائے،اور ان کے نبر کے قواعد کے مطابق ان کو پڑھا جائے۔یعنی یہ قوالب تمام کلمات کو ڈھالنے کے لئے نہیں ہیں،اور یہ ممکن بھی نہیں ہے،کیونکہ صرفی صیغے تو ان سے کئی گنا زیادہ ہیں،بلکہ مراد یہ ہے کہ (لفظ)کے مقاطع میں ان سانچوں کے موافق جزو معلوم کیا جائے،پھر اس جزو پر نبر کے مقررہ قواعد منطبق کئے جائیں۔

۳۔ ہر سانچے (قالب) کی مواقع نبر (مواضع ضغط) کے اعتبار سے جو صورتیں و شکلیں بنتی ہیں، ان کو واضح کرنے کے لئے، ہر قالب کے لئے ایک رنگ مقرر کیا گیا، اور اس میں (محل نبر) کو مخصوص رنگ سے ممیز کیا جاتا ہے۔ قوالب چوں کہ پانچ ہیں تو ان کے رنگوں کی تعداد بھی پانچ ہیں۔

۴۔ پھر تفصیلا ہر قاعدہ کی متعدد قرآنی مثالیں پیش کی جاتی ہیں، نیز مستثنیات اور نبر کے خلل کی صورتوں کو بھی واضح کیا جاتا ہے۔

لہذا: کسی بھی قرآنی لفظ میں (محل نبر) اگر معلوم کرنا ہو، تو اس کی حرکات و سکنات میں غور کر کے اس کے موافق سانچے (تفعیلے) میں جا کر تفصیلات دیکھیں، وہاں پر ذکر کردہ شکلوں اور اصولوں سے محل نبر معلوم ہو جائے گا۔

ڈاکٹر ولید الدیب نے (المیزان النبری) میں قواعد نبر مرتب کرنے کے لئے (مقاطع) کے بجائے ایک جدید اصطلاح ایجاد کی ہے، وہ ہے (التَّتَابُع)۔ اس سے ان کی مراد ہے: حرکات و سکنات کے تتابع سے بنا ہوا جز و کلمہ، چاہے وہ مستقل لفظ ہو، یا ایک مقطع، یا مقاطع متعددہ۔ گویا کہ تتابع کی اصطلاح میں متعدد شکلوں کی شمولیت سے بات مختصر ہو گئی۔

ولید الدیب کے (قواعد نبر) کی تمام تفصیلات کا ذکر کرنا یہاں پر باعث طول ہو گا، لیکن ان کے طریقہ کو سمجھنے کے لئے چند تمہیدات اور پہلے قاعدہ کی ان کے یہاں جو توضیحات ہیں، ان کو پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، تفصیل کے لئے ان کے محاضرات و تدریبی دورات کی طرف رجوع فرمائیں۔

ولید الدیب کی تمہیدات، فرماتے ہیں:

* الميزان النبري : هو عبارة عن مجموعة من الصيغ التي تأتي قوالبَ مُحدِّدَةٍ لمواضع الضَّغط ومواضع عدمِ الضَّغط في الكلام . [مُحَدِّدَة : بصيغة اسم الفاعل] .

* الحروف المستخدمة في الميزان النبري : ستة وهي : م . ت . ف . ع . ل . ن ، تجمع في كلمة مُتَفْعِلُنْ .

* النبر يختص بحركة الحرف ، ولا علاقةَ له بجنس الحرف أو نوع حركته .

* قواعد الميزان النبري : عبارة عن خمسة قواعدَ تقوم علىٰ رَصْد الحركات والسَّكَنات في الكلمة ، وهي كالآتي :

القاعدة الأولىٰ : ثُنائية يعني تُنطَق بطريقتين : [**فَـعِل** ، **فعِـل**] يُلوَّن موضعُ الضغط باللون الأحمر .

القاعدة الثانية: ثُنائية أيضا [**فَـعْلُنْ** ، **فَعْلُـنْ**] يُلوَّن موضعُ الضغط باللون الأزرق .

القاعدة الثالثة : ثُلاثية ، تُنطَق بثلاثة طُرق : [**فَـعِلُنْ** ، **فعِـلُنْ** ، **فَـعِلُـنْ**] يُلوَّن موضع الضغط باللون الأخضر .

القاعدة الرابعة : رُباعية ، تُنطق بأربعة طُرق : [**مُـفَعِلُنْ** ، **مُفَـعِلُنْ** ، **مُـفَعِلُـنْ** ، **مُفَـعِلُـنْ**] يلوَّن موضع الضغط باللون البُرتُقالي .

القاعدة الخامسة : خُماسية ، تُنطق بخمسة طُرق : [**مُتَفَاعِلُنْ** ، **مُتَفَعِلُنْ** ، **مُتَفَعِلُنْ** ، **مُتَفَعِلُنْ** ، **مُتَفَعِلُنْ**] يلوَّن موضع الضغط باللون البَنَفْسَجي .

القاعدة الأولىٰ : [**فعل**] تتحكَّم في الألفاظ التي تحمل التَّابعَ التالي : [حركتين ، أو حركتين فسكون ، أو حركتين فساكنين] ولها صيغةٌ واحدةٌ من حيث الكتابة (فعل) ولكنها تُنطَق بطريقتين :

الطريقة الأولى : **فَعِل** : بالضغط على حركة الفاء ، وتأتي في ثلاثة مواضع :

(1) إذا تكوَّنت الكلمة من التتابع حركتين فسكون «/ / 0» أو حركتين فقط «/ / » بشرط أن تكون حروف الكلمة حروفَ مبنىٰ ، باستثناء "حروفِ الجر" التي علىٰ حرفٍ واحدٍ حين تتصل بما بعدها ، فإنها تُعامَل أداءً مُعاملةَ حرف المبنىٰ .

أمثلة حركتين فسكون «/ / 0» :

أَحَدْ –يَدَا– لَهَبْ– مَسَدْ – يَلِدْ– سَجَىٰ– هَوَىٰ– إذا– عَلىٰ–لَهُمْ –خَلَقْ .

أمثلة حركتين فقط «/ / » :

هُوَ–بِهِ –لَكَ –يَكُ –هُوَ – مَعَ .

(2) إذا كان التتابع الأخير في الكلمة هو حركتين فسكون «/ / 0» أو حركتين «/ / » والكلمة مكونة من أكثر من تتابع .

أمثلة حركتين فسكون «// o» :

خَافِيَهْ ، حَامِيَهْ ، القَارِعَهْ [وقفا] آمِنُوا ، اعْبُدُوْا ، أَشْيَاعَهُمْ ، دَعَوْتُهُمْ ، ثِيَابَهُمْ ، يَومَئِذٍ ، ذَرَّةٍ ، يَعْلَمُ ، فَاقِعٌ ، مِنْهُمَا ، كذِكْرِكُمْ ، نِعْمَتِيْ ، فَتَرَبَّصُوْا .

أمثلة حركتين فقط «//» :

تُحَدِّثُ ، رَبَّكَ ، ذٰلِكَ ، يَرْغَبُ ، جاءَكَ ، تَعْرِفُ ، أَنْزَلَ .

(3) إذا كان التتابع الأول في الكلمة هو حركتين فسكون «// o» بشرط أن يكون الحرف الأول حرفَ عطف والثاني لامَ توكيد مفتوحة [وَلَلْ]، وله مثالان فقط في القرآن : وَلَلْآخِرَةُ [الإسراء،الضحى] ، وَلَلدَّارُ [أنعام] . فهنا ينبغي عدم الضغط على اللام حتى لا تصبح نافية ، وإنما الضغط على واو العطف ، يعني أصلها : وَلَـ الآخِرَةُ ، وليست : وَلَا الآخِرَةُ .

أما مثال لا النافية فهو : (وَلاَ المُشْرِكِينَ) في قوله تعالى ﴿مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ وتكتب بالألف ، ويكون الضغط هنا على (لا) لإظهار معنى النفي.

الحاصل: ولید الدیب کے منہج کا یہ ایک مختصر نمونہ ہے، میں نے ان کے قواعد کا مقارنہ ابراہیم انیس اور مجودین کے قواعد نبر کے ساتھ کیا تو، میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ: اسماء وافعال میں جو قواعد نبر ولید الدیب نے بیان کئے ہیں، ان میں سے اکثر وبیشتر قواعد (مواضع نبر کے اعتبار سے) ابراہیم انیس کے ذکر کردہ قواعد کے مشابہ ہیں، فرق صرف تقسیمات وتعبیرات کا ہے۔ نیز وہ قواعد نبر جن کا تعلق لفظ کی ان شکلوں سے ہے جب

ان پر زوائد حروف داخل ہوں، توان میں سے بھی کئی باتوں پر قراء و مجودین تنبیہ فرما کر ان کی ادائیگی میں نبر کی رعایت کرنے کی طرف متوجہ فرماتے ہیں، جیسا کہ آئندہ تفصیلا آرہا ہے۔

مگر ان کے یہاں بہت سے امور بیجا تکلف سے خالی نہیں ہیں، نیز ان کے تمام قواعد کی رعایت بھی ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے، کیونکہ قواعد نبر اختلاف لہجات سے بھی متاثر ہوتے ہیں، لہجہ بدلنے سے پورے طور پر نبر کے اصولوں کی رعایت ممکن نہیں ہوتی۔

البتہ ولید الدیب کے یہاں جدت (تجدید) اگر ہے تو وہ مندرجہ ذیل امور میں ہے:

۱۔ توسع اور شمول، کہ انہوں نے نبر کے حوالے سے قرآن کریم کے الفاظ کا نہایت گہرائی سے مطالعہ کیا ہے، اور شاید و باید ہی کوئی لفظ ان کے مجوزہ قالبوں اور قواعد نبر کے دائرہ میں آنے سے رہ گیا ہو۔

۲۔ تفعیلات کے صیغوں سے سانچے مرتب کئے، اور انہیں رنگوں سے ممیز کئے۔

۳۔ مجوزہ سانچوں اور قالبوں میں نبر کے اعتبار سے جو متعدد صورتیں بنتی ہیں ان کو نوٹ کیا۔ نیز لفظ میں مواضع نبر میں اگر تعدد ہے تو اس کو بھی واضح کیا ہے۔

۴۔ ہر شکل و صورت کی بیشمار قرآنی مثالیں انتخاب کیں، اور مستثنیات و مواضع خلل پر بھی مثالوں کے ساتھ تنبیہ فرمائی۔

۵۔ اپنے مطالعہ سے روشناس کرانے کے لئے عملی طریقہ محاضرات ودورات کا اختیار کیا۔

دوسرا نہج (اصلاحی) :

یہ نہج مشائخ قراءات و تجوید کا ہے، وہ حضرات متفرق طور پر مواضع خلل کی اصلاح کرتے رہتے ہیں، بعض مشائخ نے اس سلسلہ میں بعض باتیں بطور قواعد بھی ذکر کی ہیں۔

متقدمین کے یہاں جو اشارے ملتے ہیں ان کی وضاحت تو (متقدمین کی کتابوں میں نبر کے اشارے) کے عنوان سے گذر چکی۔

قریب العصر مشائخ اور معاصر مشائخ قراءات و تجوید میں سے جن حضرات کا ان امور پر تنبیہ کرنے کا اہتمام رہا ہے، ان میں خصوصی طور پر مصری قراء کا نام نمایاں ہے، جیسے:

۱۔الشیخ ابراہیم شحاتۃ السمنودی۔ ۲۔الشیخ محمود علی بسہ۔ ۳۔ الشیخ رزق خلیل حبہ۔ ۴۔الشیخ عبد العزیز عبد الحفیظ۔ ۵۔ الشیخ عبد الرافع رضوان۔ ۶۔ الشیخ عامر السید عثمان۔ ۷۔ الشیخ عبد الفتاح القاضی۔ وغیرہم ممن ذکرہم الشیخ جمال القرش فی کتابہ (زاد المقرئین)۔

ان مشائخ کا طریقہ ان کے تلامذہ نے ان سے شفہیًا بطور تلقی حاصل کیا ہے، پھر اس کی چند متفرق صورتوں کی کتابوں میں تدوین ہوئی۔ یہاں پر میں ان تلامذہ میں سے چار حضرات کی توضیحات باختصار پیش کرتا ہوں، جس سے اس بحث (نبر) کی اہمیت قرآن شریف پڑھنے پڑھانے والوں کے نزدیک ظاہر ہو، اور ان کی توجہ اس جانب مبذول ہو۔

(۱) پہلے شیخ: شیخ جمال القرش مصری حفظہ اللہ: انہوں نے (زاد المقرئین اثناء تلاوۃ الکتاب المبین) میں نبر میں خلل واقع ہونے کی چند صورتوں کی نشاندہی کی ہے، اور وہ یہ ہیں:

أولا : تحويل حرف ليس من أصل الكلمة وجعله من أصل الكلمة، وأكثر وجوده عند الابتداء بحرف الفاء أو الواوأو اللام :

الحـرف	مثـــــــال	ينبغي الحذر من قراءتهالحنا من
الفاء	(فَسَـقى)	الفِسْق ، والصواب أنها من السُّقية
	(فتَـرَى)	الفُتور ، والصواب أنها من الرؤية
	(فَقَسَتْ)	الفَقْس ، والصواب أنها من القسوة
	(فَقَعُـوا)	الفَقْع ، والصواب أنها من الوقوع
الواو	(وَتَـرَى)	الوتر ، والصواب أنها من الرؤية
	(وَمَضَــى)	الوَمض ، والصواب أنها من المُضي
	(وَكَــفَى)	الوكف ، والصواب أنها من الكفاية
اللام	(لَمَـعَ المحسنين)	يلتبس أنها من اللمع ، وليست كذلك
	(لَـهُـوَ)	يلتبس أنها من اللهو ، وليست كذلك

ومن ذلك : "أوَلا" ، "أفَلا" ، "أفلم" ونحوها، ينبغي أن يبين الاستفهام بعدم النبر على الهمز. مثلا : (أفلا) يختلف عن الفعل (أفل) في قوله تعالى : (فلما أفل) هنا ينبغي النبر على الهمز لأنه من الأفول .

ثانيا : العناية ببيان الجمع ، أو ألف الاثنين، أو المشددالمتطرف :

* بيان الجمع في ما ينتهي بياء الجمع إذا كان بعدها همزة وصل :

مثال : ﴿حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ يكون الاتكاء على الراء وليس على الضاد ﴿غَيْرُ مُعْجِزِى اللَّهِ﴾ يكون الاتكاء على الزاي وليس الجيم .

* بيان الجمع في ما ينتهي بواو الجماعة إذا كان بعده همزة وصل :

مثال : ﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ﴾ النبر على الراء ﴿أُدْخُلُوا الأَرضَ﴾ على اللام ﴿كَاشِفُوا العَذَابِ﴾ على الفاء .

* بيان ألف التثنية في ما بعده همزة وصل :

مثال : ﴿كَانَتَا اثْنَتَيْنِ﴾ الاتكاء على التاء لبيان التثنية وليس على النون .

وأما في ﴿وَقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ﴾ فالنبر على الخاء لوضوحه في الدلالة على التثنية .

* بيان المُشدَّد المتطرِّف :

مثال : ﴿الْـمُسْتَقَرّ﴾ النبرة على القاف وليس التاء ﴿الْأَذَلّ﴾ النبرة على الذال وليس الهمزة .

ثالثا : الإيهام بأن الخطابَ للجمع ، أو المثنَّى ، أو للمخاطَبة :

- ما يوهم أداؤه بإيجاد واو دالة على الجمع نحو : ﴿جَامِعُ النَّاسِ﴾ هو مفرد فالنبر على الميم ، ولو كان على العين لأوهم أنه جمعٌ أي (جامعوا الناس) . ونحو ﴿وَصَالِحُ المُؤْمِنِيْنَ﴾ مفرد ، فالنبر على اللام .

- ما يوهم أداؤه بإيجاد ياء دالة على الجمع نحو : ﴿فَاطِرِ السمواتِ﴾ النبر على الطاء وليس الراء لأنه مفرد ، ونحو ﴿بِطَارِدِ المُؤْمِنِيْنَ﴾ النبر على الراء.
- ما يوهم أن الخطاب للمثنَّى : ﴿أَنْزَلَ الكتابَ . حَرَّمَ اللهُ﴾ الضغط على اللام يوهم أنه (أنزلا) بالتثنية ، والصحيح أن يكون النبر على الزاي . وكذلك الضغط على الميم يوهم أنه (حرّما) بالتثنية .
- ما يوهم أن الخطاب للمخاطَبة المؤنثة : ﴿وَبَشِّرِ المُؤْمِنِيْنَ . فَاصْفَحِ الصَّفْحَ﴾ النبر يكون على الشين وعلى الفاء ، حتى لا يوهم أنه (بّشِّرِيْ ، فاصْفَحِيْ) للمخاطبة .

رابعا : فصل الكلمة الموصولة رسما :

مثال : ﴿وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا﴾ تُقرأ لحنا : "ألفَ"/ "يا سيدها" فتصير كأنها كلمتان ، وهو لحن ، والصواب نبر الفاء . ونحو ﴿سُلَّمًا فى السَّماءِ﴾ تُقرأ لحنا : "سُلْ"/ "لَمَـنْ" فتصير كأنها كلمتان ، وهو لحن ، والصواب نبر فتحة اللام . ونحو ﴿فَمَنْ بَدَّلَه﴾ تُقرأ لحنا : "بَدَّ"/ "لَهُ" فتصير كأنها كلمتان ، والصواب الضغط على الدال .

خامسا : سوء نبرة الحرف السابق للأخير :

يكثر عند بعض القراء نبر الحرف السابق للأخير نبرة زائدة تعسُّفية .

مثال : القسوة الزائدة أو الاتكاء المبالغ فيه عند نطق اللام في قوله ﴿إِنْ يَّعْلَمِ اللهُ﴾ والصواب أخذُ الفعل من أوله من الياء وخفةُ فتحة اللام .

ومثل الاتكاء على الفاء في ﴿ يُوَفِّـــقِ اللهُ﴾ والصواب على الواو قبل المشدد.

وعلى الذال في ﴿أَخَذَتِ الأرضُ﴾ والصواب على همزة الفعل .

وعلى التاء في ﴿وآتَوا الزَّكاةَ﴾ والصواب على الهمزة الممدودة .

وعلى اللام الأولى في ﴿وَلْيُـمْلِلِ الَّذى﴾ والصواب على الياء .

وعلى الهاء في ﴿يُرِيْهِمُ اللهُ﴾ والصواب على الراء .

ويؤخذ النطق الصحيح عن طريق التلقي على أهل الفن المتقنين .

سادسا : سوء نبرة الحرف الأخير :

لوحِظ من خلال التلقي أن الحرف الأخير ينبغي الحذر من شدة نبره ، وإلا أدّى ذلك إلى وصل آخر الكلمة بأول الكلمة الثانية ، نحو ﴿وَسَاءَ لَهُم﴾ بالضغط على الهمزة .

ومن ذلك النقر على ميم الجمع نحو ﴿هُمُ المُؤمِنُون﴾ والنقر على (لا) في ﴿إِلّا هُوَ﴾ والنقر والضغط الزائد على الباء في ﴿رَبِّ العالَمين﴾ فتصير كأنها (بِلْعالمين) .

(۲) دوسرے شیخ: مقرئ کبیر شیخ ایمن سوید حفظہ اللہ: وہ اگرچہ (نبر مقاطع) کے مروجہ طریقہ سے متفق نہیں ہیں، اوراس میں مبالغہ اور تکلف کرنے سے منع کرتے ہیں، اوراس سلسلہ میں مبالغہ کرنے والوں کے لطائف بھی بیان کرتے ہیں۔ لیکن انہوں نے (التجوید المصور ص404) میں اس بات کا اعتراف کیا کہ

(نبر)اصل موضوع کے اعتبار سے قدیم ہے ،اور پرانی کتابوں میں اس کے بعض مسائل بھی وارد ہیں ، نیز انہوں نے نبر کی بعض صورتوں کی نسبت (تلقی عن المشائخ) کی طرف بھی کی ہے۔

شیخ ایمن سوید کی ذکر کردہ نبر کی صورتیں، قال حفظہ اللہ:

والنبرُ بحث قديم جديد : قديمٌ في موضوعه، جديدٌ في تَسميته وأسلوب عَرضه، وقد ذكر عددًا من مسائله مكيُّ بن أبي طالب القَيسي في كتابه "الرعاية"في باب المشدَّدات وما بعده،وكذلك فعل عددٌ غيره من أئمة التجويد.

وقد تتبعتُ مسائلَ النبر لسببٍ لفظي فيما وقع تحت يديَّ من المصنفات ومما تلقَّيته من شُيوخي الأجلاء ، فإذا هي خمسُ مسائل :

(1) عند الوقف على الحرف المشدد ، نحو ﴿ الحَيّ ، وَبَتّ ، مُسْتَقِرّ ﴾ لأن الوقف سيكون على واحد فقط من الحرف المشدد ، لتعذُّر نطقهما معا ساكنَين ، وكأنه سقط من التلاوة حرفٌ ، فعُوِّض عن ذلك بالانتقال من الحرف قبل الأخير إلى الأخير بضغط معَيّنٍ تضبطُه المشافهة .

(2) عند نطق الواو والياء المشددتين ، نحو ﴿ القُوَّةَ ، قَوَّامِينَ ، شَرقِيًّا ، سَيَّارَةٍ ﴾ .

(3) عند الانتقال من حرف مدّ إلى الحرف الأول من المشدَّد ، نحو ﴿ دابَّةٍ ، الحَاقَّةُ ، ولا الضَّالِّـيْنَ ﴾ .

(4) عند الوقف على همزة مسبوقة بحرف مدّ أو لين ، نحو ﴿ السَّماءِ ، سُوءُ ، وجِيءَ ، شَيْ ءٍ ، السَّوْءِ ﴾ .

(5) عند سقوط ألف التثنية أو واو الجماعة للتخلُّص من التقاء الساكنين إذا التبس نُطقُه بالمفرد ، وذلك في ﴿ ذَاقَا الشَّجَرَةَ ﴾﴿ وَقالَا الْحَمْدُ ﴾﴿ وَاسْتَبَقَا البَابَ ﴾﴿ وَصٰلِحُ الْمُؤمِنِينَ ﴾ على أنها (وصالِحُوا) .ففي هذه الأمثلة ينبغي الضغط قليلا على الحرف الذي يسبق الألف أو واو الجماعة ، لبيان معنى التثنية والجمع .

(٣) تيسرے شیخ: شیخ عدنان عبدالرحمن العرضی حفظہ اللہ:

يقول : مسائل النبر فيها خلاف بين أهل الأداء ، ولكننا ننقل ما تَرَجَّح لنا دون إنكار شديد على مَن خالف ، فإن كان تلقَّى عن أهل ضبط وإتقان ، ويقع الخلاف فقط في النبر فهذا أمرٌ يسيرٌ ، ولكننا لا نتركه كما قال النبي صلى الله عليه وسلم في حديث ابن مسعود رضي الله عنه : (اقرءوا كما عُلِّمتُم) .فنحن كما تعلمنا ننبِّه على ما نبّه عليه بعضُ مشايخنا ، وليس كلُّ المشايخ .

فمن أخطاء النبر :

1 = الضغط على الاسم الموصول (الذي ، التي) بالضغط على الذال والتاء ، فهذه نبرة لا داعي لها وهو نبر زائد .

2 = الضغط على الضمير المتصل (نا) في نحو (لنا ، ذنوبنا ، وإسرافنا ، أمرنا ، ووَاعدْنا موسى) ونحوه مما تجده في الطواف كثيرا . فالضغط على الضمائر المتصلة لم نتلقَّه .

3 = الضغط على لام التعريف ، نحو (معَ الْقومِ) (القومُ الْخاسرون) (الصِّراطَ الْمُسْتَقيم) بالضغط على الحرف الذي قبل لام التعريف أيضا لم نتلقَّه . بل نبَّه الإمام عبد

الوهاب القرطبي عليه بقوله : "ينبغي أن تكون حركاتُ الأواخِرِ مُطَفَّفَة" يعني بدون ضغط عليها .

4= اختلاس الحركات وخصوصا الكسر، نحو (يَعِظُكم ، يَعِدُنا) أصلها من وَعَظ يَعِظُ ينبغي بيان كسرة العين حتى لا تكون مختلسة ، ومثله (أسْلِحَتِكم ، أمتِعَتِكم) ينبغي نبر التاء المكسورة .

5= عدم تبيين ما ليس من أصل الكلمة ، نحو (لَـهُوَ ، وَعَلى ، لِـمَنِ ، لَـمَعَ ، فَـلَهُم) ينبغي عدم الضغط على الحروف الزوائد في أوائلها . ومنه : (وَذَرُوا ، فَـقَعُوا ، فَـقَسَتْ) .

6= بيان الصيغة الاستفهامية ، نحو (أفلا ، أفَهُم ، أوَلَم ، أَ لَـمْ) يكون الضغط على الفاء والواو واللام .

7= ومنها : التفريق بين الماءات الموصولة منها والنافية والاستفهامية والتعجبية . فيكون الصوت في الثلاثة الأخيرة أعلى من بقية الماءات . وتركيز المشايخ عليه قليل .

(۴) چوتھے شیخ: شیخ القارئ امام الحرم فضیلۃ شیخنا ابراہیم الاخضر حفظہ اللہ:

شیخ نے ادائیگی کے دقائق وباریکیاں شیخ المشائخ العلامۃ المقرئ عبد الفتاح بن عبد الغنی القاضی سے سالہاسال کی رفاقت کے دوران حاصل کیں،اور انہی کے مطابق وہ اپنے شاگردوں کو بھی تلقین کرتے ہیں ۔مزید برآں شیخ ابراہیم الاخضر کا خود اپنا بھی ایک نفیس ذوق ہے مسائل نبر اور وقوف قرآنیہ میں۔

شیخ کے مایہ ناز شاگردوں میں: شیخ ابراہیم الدوسری اور شریف عبد الناصر حسنی وغیرہ ہیں، جنہوں نے شیخ ابراہیم الاخضر کے منہج کی تفصیلات پیش کی ہیں،اول الذکر نے اپنی کتاب (ابراز المعانی بالاداء القرآنی) کے ذریعہ منہج کا تعارف کرایا ہے جس کے اقتباسات ان شاءاللہ (**نبر الجمل**) میں آرہے ہیں۔ نیز شیخ کے شاگردوں میں شیخ جمال القرش بھی ہیں جن کا تذکرہ گذشتہ اوراق میں گذر چکا۔

لیکن شیخ کی دقائق تجوید پر تنبیہات اور نبر مقطعی میں ان کے اصول کا تفصیلی تذکرہ، ثانی الذکر شیخ شریف عبد الناصر آل خدیش حسنی نے اپنی نظم (منظومۃ تنبیہات فی الاداء) میں کیا ہے، جس کے چند اقتباسات یہاں پیش کرتاہوں:

قال الشيخ الشريف عبد الناصر آل خديش في منظومته المذكورة :

معـنى النَّـبر

إنَّ مَعنـى النّـبْرِ إبْـرازُ الّـذي	قَدْ قَصَـدْنا وجَعَـلْنا النَّـبرَ لَـهْ
وَهْـوَ كـالميزانِ لِيـزانٍ أتَـى	كُـلُّ كَيْـلٍ بِمَكِيـلٍ عَدَلَـهْ
وَازِنِ الكِلْمَـةَ تَمْضِـيْ دَرْبَهـا	لَمْ تَحِـدْ عَنْـهُ كَقَيْـدِ الأُنْمُلَـهْ
إنَّــه يَخْتَصِــرُ الــدَّرْبَ إلَى	هَنْدَسَـاتِ الكِلْمَـةِ المُحْتَمَلَـهْ
لَـيْسَ بِغَافِـلٍ عَـنْ أَضْـلَاعِهَا	كُـلُّ ضِـلْعٍ حَقَّـهُ قَـدْ أَكْمَلَـهْ
قَصْدُنَا الحَرْفَ بِضِلْعٍ فَلْتَكُنْ	مُوْفِيـاً تَحْرِيكَـهُ كَـيْ تُكْمِلَـهْ

قال الناظم شارحا :

النبر : إبراز حركة حرفٍ مّا . وهو كالوزن يعدل كِفَّة الميزان بالكيل الموزون . وربما احتيج إلى أكثر من وزن ليعدِل الكيل ، وكذلك قد يكون في الكلمة نبرتان لطولها ، فكلمة (يقُولُونَه) فيها موضعان منبوران وهما : اللام قبل ضمير الأفعال الخمسة ، والنون .

والنبر يختصر الطريقَ إلى ما يُسَمِّيه فضيلة الشيخ العلامة إبراهيم الأخضر بـ(هندسة الكلمة) . وهذا النبر لا يُهْمِلُ أضْلاعَ الكلمة ، بل إنه يُعطِي كلَّ ضِلْعٍ حَقَّهُ من الحركة والسكون ، والمقصودُ بالضِّلعِ هو : الحرفُ .

پھر ایک اور عنوان باندھا(باب مایفید فیہ النبر)یہ باب شیخ ابراہیم الاخضر کے منہج کے مطابق **نبر** کی اہم تنبیہات پر مشتمل ہے:

تنبیہ ۱ : صیغہ استفہام میں سؤال پر دلالت کرنے والے لفظ کے شروع میں **نبر** ہونا چاہیے خصوصا جب اس لفظ پر حروف زوائد داخل ہوں جیسے (ھل) پر واو داخل ہوکر (وھل) ہو جائے، تو ھاء پر نبر ہونا چاہیے تاکہ نئے معانی متولد نہ ہوں،اور صیغہ ماضی کی طرح نہ ہو جائے۔ فرمایا:

وَانْـبُرَنْ صَـدْرَ سـؤالٍ لا تَجِـدْ فَتَجِـدْ نَحـوَ مَعَـانٍ باطِلَـهْ

تنبیہ ۲ : انواع (ما) میں بھی تمیز کرنی چاہیے ،نافیہ کی ادائیگی موصولہ کی ادائیگی سے مخلوط نہ ہو جائے۔اور نبر کی ادائیگی کے اعتبار سے(ما) کی صرف دو قسمیں ہیں:

۱۔(مانافیہ) اس میں **نبر** ماقبل والے حرف پر ہوگا۔

۲۔(ماموصولہ) اس میں نفس (ما) پر زور دیا جائے گا۔ نیز بقیہ انواع (ما) : مصدریہ،استفہامیہ، زائدہ، شرطیہ، وغیرہ میں بھی یہی طریقہ ہے۔ قال:

وَأَبِــنْ أَنْــوَاعَ (مَــا) لا تَخْلِطَــنْ ذَاتَ نَفْيٍ بـالتي تَعنِـي الصِّـلَهْ
فَـانْبُرَنْ مِـنْ قَبْـلِ نَفْـيٍ إنْ تُـرِدْ مَيْزَهَا عَنْ غَيْرِهـا في الْـمَسْأَلَهْ

تنبیہ ۳ : نفی پر دلالت کرنے والے تمام الفاظ میں نفی کا معنی واضح کرنے کے لئے، نبر کے عام قاعدہ کہ مطابق: ما قبل والے حرف پر نبر ہونا چاہئے۔ جیسے : (وَلا تَقْفُ ، وَلم يَـكن ، وَماظَلَمْنَاهُم) سب میں نبر واو پر ہوگا۔(فَلن تَجِدَ ، فَـما وَهَنُوا) نبر فاء پر ہوگا۔

تنبیہ ۴ : (قد) کا قاعدہ یہ ہے کہ : نبر ہمیشہ قاف پر ہوگا، چاہے وہ حروف زوائد سے مسبوق ہو، (لقد، فقد، ولقد) ان زوائد سے قطع نظر کرتے ہوئے نبر قاف پر ہوگا۔ فرمایا:

(قَدْ) (لَقَدْ) نبرُكَ فِي القافِ وَلا تَنْظُـرَنْ نَحـوَ حُـروفٍ زائلَـهْ

تنبیہ ۵ : حروف جر میں نبر ان کے شروع پر ہوگا، جیسے (إلى، عَلى، بِما، لِمن) اسی طرح ظروف اگر منفصل آئیں یعنی مابعد کی ضمائر سے متصل نہ ہوں تو ان میں بھی نبر شروع میں ہوگا، جیسے (تحتِ ، فوقَ ، بعدُ) . قال الناظم :

وَانْــبِرِ الجَــرَّ عَــلى أَوَّلِــهِ وَظُرُوفــا إن أَتَــتْ مُنفَصِلَــهْ

ہاں ظروف اگر ضمائر سے متصل آئیں، تو نبر ان کے اخیر کی طرف منتقل ہو جائے گا، مثلا (بَيْنَ ذلكَ) میں نبر باء پر ہوگا، لیکن (بَيْنَهُما) میں نون پر ہوگا ضمیر سے پہلے۔ فرمایا:

وَظُرُوفــاً نَبرُهـــا في آخِــــرٍ   إنْ تُراهـا قَـد أَتَـتْ مُتَّصِـلَهْ

تنبیہ ۶ :اسم موصول مفرد (الذی،التی)اسم اشارہ(ھذا، ھذہ،ھذان)وغیرہ میں **نبر** شروع میں ہو گا۔

تنبیہ ۷: موصول میں فصل نہ کرے،یعنی لفظ ٹوٹ نہ پائے، جیسے (نَعبُد) کو(نَعْ بُد) اور(اَنْعَمتَ) کو(اَنْ عَمَت) نہ پڑھے، یہ غلطی جزم کرنے میں مبالغہ کرنے اور ساکن پر تھوڑا سا وقفہ کرنے سے نمودار ہوتی ہے۔

تنبیہ ۸ :اسی طرح مفصول میں وصل کرنے سے بھی اجتناب کرے،اور یہ غلطی (حرکات) میں اختلاس یعنی حرکات کو جلدی سے اُچک لینے سے پیدا ہوتی ہے، جیسے (مَنْ لَّستُم)کو(مَلَّسْتُمْ) کی طرح نہ پڑھے، بلکہ لام پر **نبر** ہو،تاکہ دونوں الفاظ جدا ہو جائیں۔(قال لَہ) کو(قالَـلَـہُ)نہ پڑھے، بلکہ (لہ) کے لام پر **نبر** ہونا چاہئے تاکہ وہ ما قبل سے جدا ہو جائے۔نیز غلط جگہ نبر کرنے سے بھی یہ صورت حال بنتی ہے، مثلا:(أوحى لها)میں لام پر ہوناچاہئے،اگر(أوحى)کے حاء پر زور ہو گا تو وہ(أوحال)جمع وحل ہو جائے گا۔

تنبیہ ۹ : فعل ماضی ثلاثی مجرد اگر ضمائر سے متصل آئے تو اس میں لام الفعل پر **نبر** ہوناچاہئے تاکہ اختلاس کی کیفیت نہ ہو، مثلا (خَلَقَكُم ، رَزَقَكُم ، جَعَلَـهُم) . نیز (يَعِـظُ)(يَعِـدُ)اور اس طرح کے مضارع کے صیغوں میں عین کے زیر میں اختلاس سے اجتناب کرناچاہئے۔

تنبیہ ۱۰ : (بَشّر)کی مانند افعال میں **نبر** فعل کے شروع میں باء پر ہو،راء پر نہ ہو ورنہ یاء مخاطبہ نمودار ہو گی،مثلا:(وَبَشِّرِ الذينَ)نہ کہ [بَشِّرِي].

تنبیہ ۱۱ : افعال پر داخل ہونے والے سابقوں سے اس کا موضع **نبر** بدلتا نہیں ہے ، جیسے (یقول،ویقول،سیقول) تینوں میں نبر قاف پر ہے، شروع میں حروف عطف وغیرہ سے فرق نہیں ہوگا۔البتہ فعل سے لاحقوں کے جڑنے سے محل نبر منتقل ہوسکتا ہے ،مثلا:(یقولون)میں **نبر** لام پر ہوگا۔ قال الناظم:

سَــابِقُ الأَفعَــالِ لا تَعْبَــأ بِــهِ وَالــذي يَلْحَــقُ فالتَّــأثيرُ لَــهْ

آمدم برسر مطلب : نبر کی پہلی قسم(**نبر مقاطع**) پرکافی سیر حاصل بحث ہوگئی،والحمدللہ،اصولی اوربنیادی اصطلاحات کی تشریح ،متقدمین کے کلام میں اشارات، مختلف مناہج کی وضاحتوں ، اہل لغت اور قراءکرام کے اصول وضوابط،اور متنوع قرآنی مثالوں،وغیرہ کاایک بڑاذخیرہ اور جامع مرقع اللہ کے فضل سے جمع ہوگیا، باوجوداختصار کوملحوظ رکھنے اوربہت سارے امور کو نظرانداز کرنے کے بحث طول پکڑتی چلی گئی، مگر فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

بحث میں نبر کے حوالے سے وارد باتوں سے اتفاق یااختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے،پڑھنے والے کواس مواد سے کم ازکم اتنافائدہ توضرور ہوگا کہ ایک نئ بحث یا نئے موضوع جس سے وہ شاید ناآشنا تھا، کامفصل تعارف سامنے آگیا،اور میں سمجھتاہوں کواردوزبان کی حدتک شایدا تنی موسع بحث تاحال لکھی نہیں گئی ہے،وذلک الفضل من اللہ۔

نبر کی دوسری قسم: **نبـــر الجُـــمَل**

بالاکسری یا فوق قطعاتی صوتیوں(الوَحدة الصوتية فوق التركيبية) کی انواع میں ایک اور نوع ہے جس کو:

اردو میں: (سُر/لہر) نقوش تلحین، ترنم

عربی میں: (**نَبْرِ جُمَل**/ **تنغيم**) موسيقي الكلام

انگریزی میں: [intonation] یا [tone] کہتے ہیں ۔

وضاحت: بعض الفاظ یا جملوں کے مختلف انداز سے بولے جانے پر ان کے معانی میں فرق آ جاتا ہے، مثال کے طور پر ایک ہی لفظ (اچھا) کو مختلف انداز سے بولنے پر اس میں [خوشی/ حیرت/ غصہ/ اعتدال/ اور عدم اہمیت] پانچ قسم کے جذبات کا اظہار کیا جا سکتا ہے، اور یہ لازمی امر ہے کہ انداز کے بدلنے اور آواز کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے معانی پہ بھی فرق پڑتا ہے۔

دنیا کی ہر زبان میں اسلوب کلام کے مطابق انداز کلام بھی اختیار کیا جاتا ہے، کوئی بھی زبان ایک ہی (سُر) میں نہیں بولی جاتی، بلکہ اس میں آواز کا تغیر و تبدل ہوتا ہے جو بولنے والے کے لہجے کے زیر و بم سے بخوبی سنا جا سکتا ہے، اور وہی جملوں میں پوشیدہ جذبات (تایید، اعلان، استفہام، حیرت، غصہ) کے اظہار میں مد و معاون ہو کر اسالیب کلام اور معانی کے فرق کو ظاہر کرتا ہے۔

واضح ہو گیا کہ (سر/ تنغیم) کا تعلق جملوں سے ہے، کہ وہ ایک ڈھب ہے جو پورے جملے پر پھیلا ہوا ہوتا ہے، مگر اس کا اعتماد دو چیزوں پر ہوتا ہے:

۱۔ جملے میں موجودہ الفاظ میں سے کسی لفظ پر زور دینا۔

۲۔ جملے کا اختتام ایک خاص انداز و لہر پر ہونا، رفع صوت یا انخفاض سے۔

مثال کے طور پر ذیل میں دیئے ہوئے جملہ کی مختلف انداز سے ادائیگی ملاحظہ فرمائیں:

اعلانیہ ۱ : ساجدہ انار لائی۔ [ساجدہ لائی، نہ کہ اور کوئی]

اعلانیہ ۲ : ساجدہ انار لائی۔ [انار لائی، نہ کہ اور کوئی پھل]

استفہامیہ ۳ : ساجدہ انار لائی؟ [لے آئی ہے یا نہیں]

استفہامیہ ۴ : ساجدہ انار لائی؟ [انار لائی، جب کہ مطلوب کچھ اور تھا]

ملاحظہ فرمائیں کہ ایک ہی جملہ کو کئی انداز میں بول کر مختلف اسالیب کلام مراد لئے، اور ہر اسلوب میں کسی خاص لفظ پر زور دیا گیا ہے جس کو سرخ کلر سے نمایاں کیا ہے، اور جملے کے اختتام کے انداز کو بتانے کے لئے رموز (ڈیش) یا (علامت استفہام) استعمال کی ہے، لیکن جملے کی مکتوبی و تحریری شکل سے ان دونوں امور (زور) و (مراد متکلم) کا بخوبی ادراک نہیں کر سکتے ہیں، جب تک کہ بول کر ایک خاص تلحین کے ذریعہ ان کو ظاہر نہ کریں، بس اسی کو **تنغیم** کہتے ہیں۔

قرآن مجید بھی ایک زندہ جاوید کلام ہے، اللہ تعالی نے اس میں اہل عرب ہی کے مختلف اسالیب کلام (وجوہ مخاطبات) کے ذریعہ انسانوں سے خطاب کیا ہے اور بہت سارے امور بجالانے کا مطالبہ کیا ہے، قرآن کریم کی تلاوت سے مقصود سرسری طور پر بلا سمجھے پڑھنا نہیں ہے اگرچہ ایسی تلاوت پر بھی ثواب مرتب ہوتا ہے، بلکہ اس کے معانی کا ادراک کرتے ہوئے تالی پر اس کے اثر کا ظہور بھی مقصود ہے، اور یہ اظہار آواز کے

اتار چڑھاؤاور ہر اسلوب کے لئے مناسب تلحین اختیار کئے بغیر ممکن نہیں ہے، جس کو(القراءۃالمفسرہ) بھی کہا جاتاہے،یعنی تلاوت کاایساانداز جس سے الفاظ کے معانی سامع پر کھلتے چلے جائیں،اور سامع کوایسامحسوس ہو کہ تلاوت کرنے والااپنے طرز تلاوت سے کلام کی تفسیر بیان کرتاجارہاہے۔

دنیامیں قرآن کریم کے علاوہ کوئی کتاب یاکوئی کلام نہیں جس کی ادائیگی کی نزاکتوں اور باریکیوں کو مستقل ایک فن(تجوید) کی حیثیت حاصل ہو،جب تلفظ کے اتنے سارے اصول وقواعد ہیں،تواس کے معانی کی گہرائیوں اوراسالیب کے اظہار کے لئے تلحین کوکیسے غیراہم قرار دیاجائے گا۔

متقدمین کاتنغیم کے بارے میں موقف:

نبر مَقطعی کے مقابلہ میں **نبر جُملی** / **تَنغیم** / **تَرَنُّم** کے شواہد ومؤیدات متقدمین کے کلام میں زیادہ واضح ملتے ہیں،چنداقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) نقل الإمام ابن الجزري عن التابعي الجليل إبراهيم النخعي (96 هـ) أنه قال : ينبغي للقارئ إذا قرأ نحو قوله تعالى: { وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ } ونحو ذلك من الآيات أن يخفض بها صوته . قال ابن الجزري : وهذا من أحسن آداب القراءة .

(۲) قال أبو العلاء الهمذاني العطار(ت 569 هـ) في كتابه "التمهيد في علم التجويد" : وأما اللحن الخفي فهو الذي لا يقف على حقيقته إلا نحارير القراء ومشاهير العلماء ، وهو على ضربين :

أحدهما : لا تُعرَف كيفيتُه ولا تُدرَك حقيقتُه إلا بالمشافهة وبالأخذ عن أفواه أولي الضَّبط والدراية ، وذلك نحو مقادير المـَدَّات، وحُدود المـُمالات والمـُلَطَّفات والمـُشبَعَات والمـُختَلَسات، والفرق بين النفي والإثبات ، والخبر والاستفهام ... إلى ما سِوَى ذلك من الأسرار التي لا تتقيَّد بالخط ، واللطائفِ التي لا تؤخَذ إلا من أهل الإتقان والضبط .

(٣) قال الإمام الزركشي في "البرهان في علوم القرآن" : فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ بِكَمَالِ التَّرْتِيلِ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى مَنَازِلِهِ فَإِنْ كَانَ يَقْرَأُ تَهْدِيدًا لَفَظَ بِهِ لَفْظَ الْمُتَهَدِّدِ ، وَإِنْ كَانَ يَقْرَأُ لَفْظَ تَعْظِيمٍ لَفَظَ بِهِ عَلَى التَّعْظِيمِ ، وَيَنْبَغِي أَنْ يَشْتَغِلَ قَلْبُهُ فِي التَّفَكُّرِ فِي مَعْنَى مَا يَلْفِظُ بِلِسَانِهِ فَيَعْرِفَ مِنْ كُلِّ آيَةٍ مَعْنَاهَا ...

اقوال المعاصرين :

معاصرین میں شیخ ابراہیم الاخضر حفظ اللہ کے شاگردوں میں (شیخ ابراہیم دوسری) ہیں جنہوں نے تلاوتِ قرآن کے ذریعہ اداءِ معانی پر مستقل ایک رسالہ لکھا ہے ، جس کا عنوان ہے (ابراز المعانی بالاداء القرآنی) اس میں رقم طراز ہیں:

ومقتضى الأداء السليم : العناية ببيان دلالات الآيات ومقاصدها بحيث تتصور ظلال معانيها في النبرات الصوتية والإشارات الأدائية ذات الدلالات المعنوية ، من الإشمام والروم والوقف والوصل والابتداء وغيرها . فذلك هو الأداء الحي الذي تتناغم فيه أصوات الحروف ومضامينها ، وذلك لون من ألوان البيان ...

ويتأكد ذلك عند الخوف من التباس المعاني ، فتمييز الصوت يبرز المعنى الصحيح ... وذلك ما يعرف عند المحدثين بـ(التنغيم) ومعظم اللغات تستخدمه للتفريق بين المعاني ، ويعد في اللغة العربية من أهم متطلبات الفصاحة ، وهو عند علماء القراءة فعليا من أهم متطلبات حسن الأداء .

وقال الشيخ الشريف عبد الناصر آل خديش في منظومته " تنبيهات في الأداء" في أواخرها :

هذا بابٌ عقدته في "إبراز المعاني من خلال الأداء القُرآني" حيث حاولتُ أن أبين فيه للقارئ أن بعض المعاني المختلفة التي تضمنها النص القرآني يمكن إبرازها وإيصالها ، لكي أعَرّف القارئ بالفروق بين المعاني ، وأنها يجب أن تؤدى بطرق مختلفة يجب أن يفهمها السامع من طريقة أداء القارئ الماهر .

اِقْـرَا القُــرآنَ أَظْهِــرْ وَعْــدَهُ　　　وَوَعِيــداً نــالَ فيــه البَطَلَــهْ

لابد من التفريق والتمييز عند القراءة بين آيات الوعد التي فيها البشارة بالجنة ورضوان الله ، كقوله تعالى ﴿فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ◊ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ◊ ﴾ وآيات الوعيد التي فيها ذكر مآل الكافرين وعذابهم ، كقوله تعالى ﴿وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ◊ فَنُزُلٌ مِنْ حَمِيمٍ ◊ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ◊ ﴾

ميِّــزِ الأخبــارَ مِــن إنشــائها　　　بَيِّــنَنْ أنوَاعَــه المُــتَّصِلَهْ

الخبر : تقريرٌ لأمر وقع ، وأخبار القرآن كلها صادقة ، ومن أخبار القرآن قوله تعالى ﴿ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا﴾ ويؤدى بصيغة التقرير .

والإنشاء : كلام لا يقع مضمونه إلا بعد التلفظ به ، ولا يحتمل تصديقا ولا تكذيبا ، وهو قسمان :

1 – طلَبي : يُطلَب به شيء مّا .

2 – غير طلَبي : لا يُطلَب به شيء مّا ، كأسلوبي : التعجُّب ونِعمَ وبئس . وأسلوب الإنشاء –بنوعيه– يؤدّى بطريقة مغايرة لطريقة أداء الخبر كما حكى لنا القرآن على لسان بعض قوم موسى عليه السلام : ﴿يَالَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴾.

مَا التَّمَنِّي يُشْبِهُ النَّفيَ ، وما   في نِداءٍ شَبَهٌ بِالْمَسْأَلَهْ
وَالتَّرَجِّي ليسَ كالنَّهْي ، وَمَا   غَيْرَ أمرٍ مَعَ نَهْيٍ مُشْكِلَهْ

وهذه أنواع الإنشاء ومعها النفي ، لكل واحد منها طريقة أداء تختلف عن الآخر ، وهي على النحو الآتي :

1 = التمني ، ومنه قوله تعالى ﴿يَالَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ .

2 = النداء ، وينبَر أول أداة النداء ليبرز معناه ، ويهتم فيه بالمنادَى لأنه المَعْنِيُّ بالنداء جملة وتفصيلا ، ومنه قوله تعالى : ﴿يَامُوسَى أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ﴾ .

3= المسألة ، وأعني به الاستفهام ، وينبَر أوله سواء أسُبِق أو لم يُسبَق ، ومنه قوله تعالى ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾ ، ﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى﴾ فالنبر على الهاء في (هل) في الحالتين .

4= الترّجّي ، وأداته (لعَلَّ) ويتنبَّه لشدة اللام ، فلا تُهمَل ليظهر أثر التعلُّل في الترجي ، لأنه طلب متكرر ، والتعلل نوع من التكرار ، ومنه قوله تعالى ﴿لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا﴾ ، ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ .

5= الأمر ، وهو طلب حدوث شيء على سبيل الاستعلاء ، ويكون بأربعة طرق هي : فعل الأمر ، المضارع المتصل بلام الأمر ، المصدر النائب عن فعل الأمر ، اسم فعل الأمر . وتكون فيه نبرة الصوت مستعلية (مرتفعة) ، ومنه قوله تعالى ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ .

6= النهي ، وهو : طلب الكفّ عن الفعل على سبيل الإلزام ، وصيغته : الفعل المضارع المسبوق بـ (لا) الناهية ، وهو مثل النفي يُنبَر ما قبله ليظهر معناه . ومنه قوله تعالى ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ .

7= النفي ، وينبَر ما قبله ليظهر معناه واضحا ، ومنه قوله تعالى ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ﴾ .

وقال الأستاذ عبد الله علي الثوري في مقالته (التنغيم في القرآن) : القرآن الكريم له طابعه الخاص عند قراءته وتلاوته ، وبالتالي فإن استخدام التنغيم في تلاوته لا يكون مطلقا ، بل

مقيَّدا بالمعاني التي يريدها الله سبحانه وتعالى ، ولا يصح أن ننغم الآية بحيث نخرجها عن معناها ، ومثال ذلك قوله تعالى ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ حيث تدل على الأمر بالكفِّ عن شرب الخمر ، بعد أن بغَّضها الله إلى الناس وسَرَد مساوءها جاء السؤال بالزجر وطلب الكف ، وليس لأجل السؤال والاستفهام ، بل جاء من أجل الأمر والإلزام ، وذلك معناه أن تُقرأ بنغمة الأمر والإلزام وليس بنغمةٍ تدل على الاستفهام ، وهنا يكمُن دور التنغيم في إيضاح المعنى وتحديده كما يريده الله .

شیخ ابراہیم الاخضر اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ : جب میں (مصحف مرتل) کی ریکارڈنگ شاہ فہد کو مپلکس کی زیر نگرانی کر رہا تھا، تو سورہ لقمان کی آیت:﴿أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ﴾ کو جب میں نے پہلی بار پڑھا اور آیت کے اخیر میں (عذاب السعير) کو نورمل طریقہ سے پست آواز میں پڑھ کر اس پر وقف کیا، تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آیت میں جو سوال انکاری ہے اس کے معنی کو واضح کرنے کے لئے پست آواز میں (جملہ خبریہ) کے انداز میں وقف کرنا مناسب نہیں ہوگا، اس لئے میں نے دوبارہ اس کو پڑھ کر ریکارڈ کرایا، اور (عذاب السعير) پر وقف کرتے ہوئے انکار کے معنی کے مطابق استفہامیہ انداز اختیار کیا۔

قال الدكتور كمال بشر في (علم الأصوات) :والتنغيم على الرغم من اختلاف صوره وإمكاناته ، يمكن حصر نغماته في نغمتين اثنتين ، ولكن ذلك بالنسبة إلى نهاياتها فقط :

النغمة الأولى : الهابطة (falling tone) وتظهر بوجه خاص فيما يلي :

(1) الجمل التقريرية ذات المعنى التام غير المعلَّق ، نحو : محمود في البيت .

(2) الجمل الاستفهامية المبدوءة بالأدوات الآتية : أين ؟ مَن ؟ متى ؟ كيف؟

(3) الجمل الطلبية المحتوية على فعل الأمر ، مثل : اخرج من هنا .

النغمة الثانية : الصاعدة (rising tone) وتظهر في :

(1) الجمل الاستفهامية التي تستوجِب الإجابة بنعم أو لا ، أو المبدوءة بـ هل ، نحو : محمودٌ في البيت ؟ هل زيد بالدار ؟

(2) الجمل الشرطية المعلَّقة غير التامة ، مثل : إذا جئتَ ، أكرمتُكَ . آخر جملة الجواب قد تم عليه الكلام وهو تقريرٌ فيؤدَّى بنغمة هابطة . أما الأولى الشرطية فهي معلقة فينبغي أن تؤدَّى بنغمة صاعدة .

واللبيب بالإشارة يفهم ... تطویل مقصود نہیں، بات سمجھانے کے لئے نیز قراء کرام کی توجہ اس جانب مبذول کرانے کے لئے چند نمونے کافی ہیں۔ مگر ان امور کی رعایت اسی وقت ممکن ہے جب پڑھنے والا قرآن مجید کے معانی کا ادراک بھی کرتا ہو، ورنہ اس کے لئے پوری بحث (كصيحةٍ في واد أو نفخةٍ في رَماد) کے مانند ہوگی۔

بہر حال یہ ایک خالص جمالیاتی بحث ہے، قرآن کریم کی تلاوت میں حسن و کمال پیدا کرنے، اور معانی کی تبیین کے لئے ہر ممکن کوشش اپنانے کے حوالے سے، صاحب ذوق کو اس مقالہ کے ذریعہ بہت کچھ رہنمائی مل سکتی ہے، اللہ تعالی قبول فرما کر اس کو تدبر قرآن میں مفید و معاون بنائے، آمین، والحمد للہ رب العالمین۔

مآخذ ومراجع

اردو:

اردو کا صوتی نظام (یونیورسٹی کورس)

اردو میں صوتیاتی اور فونیمیاتی تحقیق کا تجزیاتی مطالعہ۔از: محمد ظہیر الدین

جامع القواعد (حصہ صرف) ۔از: ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی

اردو لفظ کا صوتیاتی اور تجز صوتیاتی مطالعہ ،از: ڈاکٹر مسعود حسین خان

عربی:

الإبانة في تفصيل ماءات القرآن ، للإمام الباقولي ، تحقيق : الدكتور محمد أحمد الدالي

إبراز المعاني بالأداء القرآني ، للشيخ إبراهيم الدوسري

الأصوات اللغوية ، للدكتور إبراهيم أنيس المصري

أهمية علم الأصوات اللغوية في الدراسات التجويدية ، للدكتور غانم قدوري الحمد

البرهان في علوم القرآن ، للإمام الزركشي

التجويد المصور ، للشيخ الدكتور أيمن سويد

تفسير الإمام الفخر الرازي

تفسير الإمام القرطبي

تفسير الإمام النسفي

التمهيد في علم التجويد ، للإمام أبي العلاء الهمذاني العطار

تنبيهات في الأداء ، محاضرة للدكتور عدنان عبد الرحمن العرضي

التنغيم في القرآن ، مقال للأستاذ : عبد الله الثوري

الدراسات الصوتية عند علماء التجويد ، للدكتور غانم قدوري الحمد

دلالة التنغيم في القرآن الكريم ، للأستاذ زهر الدين رحماني

دليل الحيران شرح مورد الظمآن في رسم القرآن ، لأبي إسحاق المارغني

زاد المقرئين أثناء تلاوة الكتاب المبين ، للشيخ جمال القرش

شرح منظومة (تنبيهات في الأداء) للشيخ عبد الناصر آل خديش الحسيني

ظاهرة التنغيم في التراث العربي ، للأستاذ هايل محمد طالب

عقود الجمان ، للإمام إبراهيم الجعبري

علم الأصوات ، للدكتور كمال بشر

علم وظائف الأصوات اللغوية (الفونولوجيا) ، للدكتور عصام نور الدين

الفتاوى الهندية في الفقه الحنفي

فتح رب البرية بشرح المقدمة الجزرية ، للشيخ صفوت محمود سالم

قواعد النبر القرآني ، للدكتور وليد مقبل الديب

ماءات القرآن ، للإمام علي بن الحسين الباقولي ، تحقيق : الدكتور عبد القادر السعدي

محاضرات في الميزان النبري ، للدكتور وليد مقبل الديب

المحيط البرهاني في الفقه النعماني ، للإمام محمود ابن مازة

معجم علوم القرآن ، للشيخ إبراهيم الجرمي

النبر في القرآن الكريم ، دراسة تطبيقية ، للأستاذ مبارك عبد القادر